رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

عاشر کتابخانہ جناب میر محمد اسحاق صاحب ناظر ضیافت - دارالانوار قادیان Qadian

فاروق

قادیان

شرح چندہ پیشگی

سالانہ ۔ ششماہی ۔ سہ ماہی

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۳ قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۷ ستمبر ۱۹۳۸ء نمبر ۳۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دارالامان کی خبریں

(۱) قادیان ۱۵ ستمبر - سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق آج ۸ بجے شام کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے - کہ حضور کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

(۲) حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت سر میں چکر آنے کے باعث ناساز ہے۔ احباب حضرت ممدوحہ کی صحت کے لئے دعا کریں۔

(۳) آج بعد نماز عصر سید عبد الحی صاحب آف منصوری کی لڑکی کا رخصتانہ ہؤا۔ جس کا نکاح خلیفہ ناصر الدین صاحب ایم۔ اے سے ہو چکا ہے۔ اس تقریب میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ اور بہت سے دوسرے اصحاب نے شرکت کی۔ جن کی چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے حاضرین سمیت دعا فرمائی۔

مسجد اقصیٰ کا مشرقی دروازہ جس سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ مسجد میں داخل ہؤا کرتے ہیں۔ چونکہ چھوٹا تھا۔ اور ہجوم کو گزرتے ہوئے بہت دقت پیش آتی تھی۔ اس لئے اسے بہت وسیع اور شاندار بنایا جا رہا ہے۔

تحریک جدید کے ماتحت بیرون ہند کی تبلیغی رپورٹ

رُوم (اٹلی) میں تبلیغ

مولوی محمد شریف صاحب مبلغ روم (اٹلی) نے جو تبلیغی رپورٹ بھیجی ہے۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

پچیس جولائی ۱۹۳۸ء کو ایک بہت بڑے تاجر Ignarie نامی نے جو ایک بارسوخ تاجر ہیں۔ مولوی صاحب کو گھر پر بلایا۔ مولوی صاحب اپنے ایک انگریزی دان دوست Amalma کو ساتھ لے کر ان کے مکان پر گئے۔ اور ان سے بہت دلچسپ مذہبی گفتگو ہوئی۔ انہوں نے خود بخود ہی یورپ کی موجودہ آزادی اور اس کے نتائج کا ذکر کرتے ہوئے اسلامی پردے کی تعریف کی۔ یہ صاحب صقلیہ (سسلی) کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے بتایا۔ کہ وہاں اب تک بہت سی اسلامی رسومات پائی جاتی ہیں۔

اسی دن مولوی صاحب نے ایک انگریز لیڈی Gertrude Murray اور ایک بنگالی ہندو پروفیسر مترا کو دعوت طعام دی۔ اور تبلیغ احمدیت کی۔ یہ انگریز لیڈی سلسلے کے انگریزی لٹریچر کا بغور مطالعہ کر رہی ہیں۔ شام کو مولوی صاحب ایک اور معزز خاندان میں دعوت پر گئے۔ اور انہیں تبلیغ کی۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق اسلام کی تعلیم ان کے ذہن نشین کرائی۔

مسٹر Van Trikht دو دفعہ مولوی صاحب کی ملاقات کو آئے۔ یہ صاحب کتب سلسلہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اسلام کے متعلق میری بہت سی بدظنیاں دور ہو گئی ہیں۔ اور میں اسلام اور احمدیت کو اب ایک زندہ مذہب سمجھنے لگا ہوں۔

ایک اٹالین نوجوان کو ایک آرچ بشپ نے مولوی صاحب کی خدمت میں دعوت دیکر بھیجا۔ کہ ہمارے سکول میں سنیما کے موقع پر تشریف لاویں۔ مولوی صاحب نے سنیما جانے سے انکار کر دیا۔ اور اس نوجوان کی خواہش پر اسے احمدیت کی تعلیم سمجھائی۔

مسٹر A. Malamo ایک دفعہ خاص طور پر وقت نکال کر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لائے۔

یو۔ پی کے ایک کانگرسی نوجوان پی۔ پی سنگھ چند روز روم میں ٹھہرے۔ مولوی صاحب نے بطور ایک وطنی بھائی کے ہر طرح سے امداد کی۔ اور انہوں نے اپنے خط میں شکر گذاری کا نہایت ہی شریفانہ پیرائے میں اظہار کیا۔

ایک کیتھولک آرچ بشپ صاحب Mons Nobeles نے خاص وقت دیکر تبادلہ خیالات کیا۔ زیر تبلیغ اٹالین دوستوں میں ایک صاحب Dominece نامی خاص طور پر اسلام کے مداح ہیں۔ ایک اور زیر تبلیغ دوست Giacchominees گیاکومینس نامی ہیں۔ ان کی عمر قریباً ۳۰ سال ہے۔ اسلام کے محاسن سنکر بے اختیار کئی دفعہ پکار اٹھتے ہیں۔ کہ افسوس ۳۰ سال ظلمت ہی میں گزر گئے۔ اس ہفتے ڈاکٹر فلاڈرا کے مکان پر دو تعلیم یافتہ لیڈیوں کو اسلام کی تعلیم سے واقف کیا گیا۔

ڈاکٹر Filadora فلاڈرا جو ایک نہایت ہی ملنسار نوجوان ڈاکٹر ہیں۔ مولوی محمد شریف صاحب ملک اور مولوی محمد الدین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

چندہ کے بقایاجات سابقہ

بجٹ میں پیش کردہ شمار و اعداد کے معاینہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت سی جماعتیں ایسی ہیں۔ جن کے ذمہ سالانہ بجٹ کے مقابلہ میں سابقہ بقایاجات مرکزی ریکارڈ کے رو سے بہت زیادہ ہیں۔ جماعتوں کے عہدہ داران کو چاہیئے۔ کہ ان بقایوں کو جلد سے جلد وصول کرنے کی پوری کوشش کریں۔ ہاں اگر کوئی رقوم ایسے احباب کے ذمہ ہوں۔ جو کسی دوسری جگہ چلے گئے ہیں۔ یا کسی اور معقول وجہ سے کوئی بقایاجات ناقابل وصول ہو گئے ہوں۔ تو عہدہ داران مقامی کو چاہیئے۔ کہ صحیح وجوہ کو معہ ثبوت یا دلائل پیش کر کے ایسی (ناقابل وصول) رقموں کو اپنے بجٹوں سے خارج کروائیں۔ اس قسم کی درخواستوں کا انتظار ۳۱/۱۰/۳۸ تک کیا جائے گا۔ اس کے بعد جو بقایاجات رہ جائیں گے۔ ان کے ادا کرنے کی ذمہ واری آئندہ ان جماعتوں پر قائم ہو جائے گی۔ اور پھر کوئی عذر قابل پذیرائی نہ ہوگا۔

(ناظر بیت المال قادیان)

پتوں کی ضرورت ہے

مفاد سلسلہ کے مدِ نظر ان احمدی احباب کے مکمل پتوں کی ضرورت ہے۔ جو وکلاء اور ریٹائرڈ افسر اور فوجی و ملکی سرکاری شعبوں میں کام کرتے ہوں۔

(ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان)

لجنہ اماءاللہ قادیان کا عطیہ

لجنہ اماءاللہ قادیان نے مسجد مبارک میں بجلی کے پنکھے لگوانے کے لئے مبلغ دو سو روپے دئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ (ناظر تعلیم و تربیت)

قابل توجہ موصیاں

سالانہ حساب تمام موصیاں حصہ آمد کو بھیجا جا چکا ہے۔ اگر کسی دوست کو حساب کا کارڈ نہ پہنچا ہو۔ تو فوراً دفتر سے منگا لے۔ اگر کسی موصی کا حساب صحیح نہ ہو۔ تو وہ خط بھیجکر حساب درست کرالے۔ بعض موصیوں کے خط دفتر میں آئے ہیں۔ انہوں نے مقامی جماعت کی رسیدات کا حوالہ دیا ہے۔ جب تحقیقات کر کے مدخلہ رقوم خزانہ کے ساتھ مقابلہ کیا گیا۔ تو سکرٹری صاحب نے بجائے حصہ آمد کے چندہ عام میں رقوم داخل کر دیں۔ آئندہ کے لئے اچھی طرح سے نوٹ کر لیں۔ کہ چندہ عام کی اطلاع دفتر ہذا میں خزانہ سے نہیں آتی۔ نہ چندہ عام موصیوں کے حساب میں درج ہوتا ہے۔ (سکرٹری بہشتی مقبرہ)

ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ قادیان کے طلباء کو اطلاع

جس مقام سے کم از کم چار طلباء تعطیلات کے بعد اکٹھے واپس قادیان آنے والے ہوں وہ ۱۰ ستمبر سے قبل اپنے اسماء اور مکمل پتہ سے اپنے اپنے سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحبان کو اطلاع دیں۔ تا ان کے لئے رعایتی کرایہ کے ٹکٹ کا انتظام کیا جا سکے

کلرکوں کی ضرورت

ایک سرکاری محکمہ میں چند ہوشیار گریجوایٹ کلرکوں کی ضرورت ہے۔ ٹائپ اور دفتری کاروبار سے واقف نوجوانوں کو ترجیح دی جائیگی۔ ضرورت مند اپنی درخواستیں سرنامہ چھوڑ کر معہ نقول سرٹیفکیٹ و تصدیق مقامی جماعت (جو علیحدہ کاغذ پر ہونی چاہیئے) بھجوا دیں۔

(ناظر امور عامہ)

احمدیہ کتب کا امتحان

امسال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا امتحان مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۳۸ء بروز اتوار ہوگا۔ کتب نصاب منن الرحمٰن۔ کتاب البریہ۔ مسیح ہندوستان میں اور نسیم دعوت ہیں۔ اگر آپ نے اب تک اپنا نام امیدواران امتحان کی فہرست میں درج نہیں کروایا۔ تو ابھی وقت ہے۔ فوراً درج کروالیں۔ بلکہ دوسرے احباب میں بھی شمولیت کی تحریک فرمائیں۔ سکرٹریان تعلیم و تربیت و ممبران خدام الاحمدیہ بالخصوص توجہ فرمائیں۔

(ناظر تعلیم و تربیت)

سنہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری اور جماعت احمدیہ

آئندہ مردم شماری اگرچہ سنہ ۱۹۴۱ء میں ہوگی۔ لیکن اس کے انتظامات ابھی سے شروع ہو گئے ہیں۔ ان اطلاعات کے شائع ہوتے ہی قریباً کئی حلقوں میں اور خاصکر پنجاب کے آریوں اور سکھوں میں خاص ہلچل پیدا ہو گئی ہے۔ اور انہوں نے ابھی سے کوشش شروع کر دی ہے۔ کہ نہ صرف اپنے فرقہ کے لوگوں کی مردم شماری کا پورا پورا انتظام کریں۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو۔ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شمار کرا کر اپنی تعداد میں اضافہ کرائیں۔ سکھوں کے اخبار "شیر پنجاب" نے تو جہاں یہ لکھا ہے۔ کہ

"خواہ کوئی لباس پہنے۔ کچھ کھائے پئے۔ اس کا نام کچھ ہو۔ اور اسکی شکل و صورت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے امرت چھکا ہو یا نہ چھکا ہو۔ اگر وہ صرف اتنا کہہ دے۔ کہ وہ ایک پرمیشور اور دس ست گوروؤں کو مانتا ہے۔ تو کاغذات مردم شماری میں اسے سکھ لکھایا جائے"۔ وہاں یہ بھی تحریک کی ہے۔ کہ "تین سال کا پروگرام بناکر ہمیں آخری دن تک مصروف عمل رہنا چاہیئے۔ تاکہ اس دفعہ ہماری تعداد مردم شماری کے کاغذات میں گھٹنے نہ پائے۔ بلکہ ہم کم از کم پچاس لاکھ یا نصف کروڑ کی حد پھاند جائیں"۔

مردم شماری کے متعلق یہ ان لوگوں کے ارادے اور کوششیں ہیں۔ جو کافی تعداد۔ کافی اثرات اور کافی انتظامات رکھتے ہیں۔ جن کے پاس خرچ کرنے کے لئے کافی روپے اور کام کرنے والے کافی آدمی ہیں۔ اس قسم کے لوگ جبکہ ابھی سے آئندہ مردم شماری کے متعلق مصروف عمل ہو رہے ہیں۔ تو جماعت احمدیہ کو جسے ہر قسم کی مشکلات درپیش ہیں۔ جس قدر سرگرمی سے کام لینا اور جتنی کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ ظاہر ہے۔ مردم شماری کوئی معمولی چیز نہیں۔ جماعت احمدیہ کے نقطۂ نگاہ سے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ گذشتہ مردم شماری کے موقعہ پر حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے قلم سے ایک اعلان "ہر ایک احمدی یاد رکھے۔ اور دوسروں کو اطلاع دے"۔ کے عنوان سے لکھ کر متواتر کئی دن تک "الفضل" میں شائع کرایا۔ اور اس میں دیگر ہدایات کے علاوہ یہ بھی رقم فرمایا۔ کہ

"ایک نام بھی اگر آپ کے شہر یا علاقہ میں آپ کی غفلت کی وجہ سے رہ جائے گا۔ تو آپ جماعت سے دشمنی کرنے والے ٹھہریں گے۔ کیونکہ اس سے جماعت کی سُبکی ہوگی"۔

جب کسی ایک نام کا رہ جانا اتنا بڑا جرم ہے۔ تو اس بارے میں جسقدر بھی احتیاط اور کوشش کی ضرورت ہے۔ اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ اور جب مردم شماری کے معاملہ کو جماعت احمدیہ کے لحاظ سے اتنی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ تو اس بارے میں انتہائی سرگرمی اور جدوجہد بھی کرنی چاہیئے۔

اس بارے میں کیا کرنا چاہیئے۔ اس کے متعلق پھر عرض کیا جائیگا۔

---

۲ ستمبر کو آنریبل خان بہادر میجر سر سکندر حیات خاں صاحب وزیر اعظم پنجاب جب قصبہ نواں شہر کو جاتے ہوئے قصبہ بنگہ میں سے گزرے۔ تو رؤسائے شہر نے آپ کا استقبال کیا۔ اور جماعت احمدیہ بنگہ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی تصنیف فرمودہ کتب دعوۃ الامیر بطور تحفہ پیش کی جس کو انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۳۸ء | نمبر ۳۳

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۳۸ء

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک واضح پیشگوئی اور اس کا ظہور

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

اس خطبہ کے متعلق بعض دوستوں کے خطوط مجھے ملے ہیں۔ جن میں سے ایک نے یہ شکوہ کیا ہے۔ کہ منافق تو جماعت میں بہت کم ہیں۔ کوئی ایک دو ہوں گے۔ پھر آپ ایسے خطبے کیوں پڑھتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کو خیال ہوتا ہے۔ شاید بہت سے لوگ ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ تو میں خود کہہ چکا ہوں۔ کہ چند ہی لوگ ہیں۔ لیکن کسی گندے خیال کی نسبت یہ نہیں کہنا چاہیئے۔ کہ ایک کا ہے۔ اس کا رد کرنا آئندہ نسلوں کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں جن باتوں کے متعلق ضروری سمجھتا ہوں۔ خطبہ پڑھ دیتا ہوں۔ آخر ان چند منافقوں کے لئے قرآن کریم میں کثیر آیات اتری ہیں۔ میرے تو سارے خطبے ایک آیت کی برابری نہیں کر سکتے۔

ایک صاحب نے یہ لکھا ہے۔ لوگوں کو شبہ پیدا ہوا ہے۔ کہ یہ خط صلاح الدین رشید کا اپنا ہے۔ اس کا ازالہ کیا جائے۔ میں اس کا بھی ازالہ کرتا ہوں۔ کہ یہ صلاح الدین صاحب رشید کا خط نہیں۔ کیونکہ جب وہ قادیان سے باہر تھے۔ تب بھی ایسے خط قادیان کی مہر سے ملتے رہتے تھے۔ ان کے دوستوں میں سے کوئی ہو۔ یا نہ ہو۔ تو اللہ تعالےٰ جانے۔ مگر ان کا خط یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :۔

اللہ تعالیٰ کی سُنّت

ہے۔ کہ جب کوئی شخص ایک صداقت پر اعتراض کرتا ہے۔ تو وہ لازماً آہستہ آہستہ دوسری صداقتوں پر بھی اعتراض کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جسقدر اعتراضات لوگوں نے کئے۔ وہ سارے ہی ایسے تھے۔ جو دوسرے انبیاءؑ پر بھی پڑتے تھے۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مثال دیتے۔ اور فرماتے۔ کہ دیکھو۔ یہ اعتراض تو پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھی پڑتا ہے۔ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی پڑتا ہے یا حضرت موسےٰ علیہ السلام پر بھی پڑتا ہے۔ تو وہ لوگ گالیوں پر اُتر آتے اور کہتے۔ کہ آپ انبیاء کی ہتک کرتے ہیں۔ حالانکہ جب ایک شخص ایک

صداقت کا مدعی

ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو اسکی کڑی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ تو لازماً اسے دوسروں کی مثالوں کو پیش کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر اس کا فعل قابلِ اعتراض ہوگا۔ تو دوسروں کے افعال کو بھی قابل اعتراض قرار دینا پڑے گا۔ اور اگر دوسروں کے افعال کو درست سمجھا جائیگا۔ تو اس کے کسی ویسے ہی فعل پر اعتراض کرنا بھی ناجائز ہوگا۔ بہرحال جن اصول کو وہاں تسلیم کیا جائے گا۔ اُن اصول کو یہاں بھی تسلیم کیا جائیگا مگر ان کا جواب یہ ہوتا۔ کہ عوام الناس کو بھڑکا دیتے۔ اور کہتے۔ مرزا صاحب انبیاء کی ہتک کرتے ہیں۔

آتھم کا جن دِنوں مباحثہ تھا

عیسائی ایک دن شرارت کر کے مسلمانوں اور عیسائیوں کو جوش دلانے۔ اور ہنسی مذاق کی ایک صورت پیدا کرنے کے لئے کچھ اندھے۔ لُولے اور لنگڑے۔ جمع کر کے لے آئے۔ اور انہیں ایک گوشہ میں چھپا کر بٹھا دیا۔ اور تجویز یہ کی۔ کہ ہم مرزا صاحب سے کہیں گے۔ آپ کا دعوےٰ ہے۔ کہ آپ مسیح موعودؑ ہیں۔ اور حضرت مسیح اندھوں کو بینا کیا کرتے تھے۔ لنگڑوں اور لُولوں پر ہاتھ پھیرتے۔ اور وہ اچھے ہو جاتے تھے۔ اب ہم نے آپ کو تکلیف سے بچا لیا ہے اور یہ کچھ لُولے۔ لنگڑے اور اندھے جمع کر کے لے آئے ہیں۔ آپ بھی ان پر ہاتھ پھیریں۔ اور انہیں اچھا کر کے دکھا دیں۔ اگر آپ کے معجزہ سے یہ اچھے ہو جائیں گے۔ تو ہم آپ کو اپنے دعویٰ میں سچا مان لیں گے۔ میں تو اس وقت بچہ تھا۔ شاید پانچ یا چھ سال میری عمر ہو گی۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے اور بعض دوسروں سے بھی جو اس واقعہ کے عینی شاہد تھے۔ میں نے تمام باتیں سُنی ہیں۔ آپ فرماتے جب ہم نے یہ بات سُنی۔ تو ہم سخت گھبرائے۔ اور ہم نے کہا۔ بس اب بڑی ہنسی ہو گی۔ جواب تو خیر دیا ہی جائے گا۔ مگر عوام الناس میں اس کی وجہ سے بڑا جوش پیدا ہو جائے گا۔ لیکن جس وقت انہوں نے اس امر کو پیش کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا جواب لکھوانا شروع کیا۔ تو دیکھنے والے جو اس وقت موجود تھے۔ سُناتے ہیں۔ کہ

عیسائیوں کے لئے سخت مشکل

پیش آ گئی۔ اور انہوں نے چوری چھپے ان اندھوں لُولوں اور لنگڑوں کو ایک ایک کر کے غائب کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک بھی ان میں سے باقی نہ رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جواب میں لکھوایا۔ کہ یہ دعویٰ کہ حضرت مسیح اندھوں کو آنکھیں دیا کرتے تھے۔ لُولوں اور لنگڑوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے۔ ان معنوں میں کہ وہ ظاہری اندھوں کو بینا کیا کرتے تھے۔ یا ظاہری لُولوں اور لنگڑوں کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ عیسائی دنیا کا ہے اور حضرت مسیحؑ انجیل میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ تو وہ تمام وہ معجزے دکھا سکے گا۔ جو میں دکھاتا ہوں۔ پس آپ نے فرمایا۔ تم لوگ جو اس وقت مسیحؑ کی طرف سے نمائندہ بن کر آئے ہو۔ تم میں کم از کم ایک رائی کے دانہ کے برابر تو ضرور ایمان ہونا چاہیئے۔ ورنہ تم نمائندے کیسے ہو سکتے ہو۔ بلکہ حق یہ ہے۔ کہ تم میں ایک رائی کے دانہ سے بہت زیادہ ایمان ہوگا۔ کیونکہ تم معمولی عیسائی نہیں۔ بلکہ عیسائیوں کے پادری ہو۔ اور اگر تم میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں۔ تو تم مسیحؑ کے نمائندے نہیں ہو سکتے۔ اس صورت میں تو تم بے ایمان ہو گے۔ اور اگر تم میں کم از کم ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان موجود ہے۔ تو ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ آپ لوگوں نے ہمیں اس تکلیف سے بچا لیا۔ کہ ہم خود ان اندھوں لُولوں اور لنگڑوں کو اکٹھا کر کے لاتے اور آپ سے کہتے۔ کہ انہیں اچھا کر دکھائیں۔ اب یہ آپ کی کوشش سے خود ہی حاضر ہیں۔ آپ ان پر ہاتھ پھیریں۔ یا پھونک ماریں۔ اور انہیں اچھا کر کے دکھا دیں۔ دنیا کو خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ کہ واقعہ میں آپ مسیحؑ کے سچے پیرو ہیں۔ اور انجیل میں ایمان اور صداقت کا جو معیار بتایا گیا تھا۔ اس پر آپ پورے اترتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جواب لکھوانا شروع کیا۔ تو عیسائیوں نے ان اندھوں۔ لُولوں اور لنگڑوں کو کھسکانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس پرچہ کے سُنانے کے وقت وہ سب اندھے۔ لُولے اور لنگڑے غائب ہو گئے۔ حالانکہ یہ صاف بات ہے۔ اور انجیل میں بھی موجود ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ سے یہود ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہمیں

کوئی معجزہ دکھاؤ

اگر واقعہ میں وہ اندھوں کو آنکھیں دیا کرتے تھے۔ لُولوں اور لنگڑوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے۔ تو دشمنوں کے یہ کہنے کا کیا مطلب تھا۔ کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھاؤ۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ مطالبہ حضرت مسیحؑ سے انہوں نے آخری زمانہ میں کیا ہے۔ اگر واقعہ میں وہ ایسے ہی معجزے دکھایا کرتے تھے۔ تو وہ کہہ سکتے تھے۔ کہ تم مجھ سے معجزات کا بار بار کیوں مطالبہ کرتے ہو۔ میں نے اتنے اندھوں کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آنکھیں دیں۔ اتنے لنگڑوں کو تندرست کیا۔ اتنے لُولوں کو اچھا کیا۔ اس سے بڑھ کر تمہیں اور کیا معجزہ چاہیئے۔ مگر وہ یہ جواب نہیں دیتے۔ بلکہ جواب یہ دیتے ہیں۔ کہ اس زمانہ کے بُرے اور حرامکار لوگ مجھ سے نشان طلب کرتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں۔ کہ انہیں یونس نبی کے نشان کے سوا اور کوئی نشان نہیں دیا جائے گا۔ یعنی اب تمہارے لئے یہی معجزہ ہوگا۔ کہ تم میرے قتل کی تدبیریں کروگے۔ مجھے صلیب پر لٹکا کر مجھے ملعون ثابت کرنا چاہوگے۔ مگر میرا خدا مجھے صلیب سے بچا لیگا۔ اور جس طرح یونس مچھلی کے پیٹ میں سے زندہ نکلا۔ اسی طرح میں بھی صلیب پر سے زندہ اُتروں گا۔ اور یہی تمہارے لئے معجزہ ہوگا۔ اس کے سوا اور کوئی نشان تمہیں نہیں دکھایا جائیگا۔ اگر واقعہ میں وہ اندھوں کو ظاہری آنکھیں دے دیا کرتے تھے۔ کوڑھیوں کو اچھا کردیتے تھے۔ لُولوں اور لنگڑوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہوجاتے تھے۔ تو وہ ہزاروں آدمیوں کو اپنے معجزات کے ثبوت میں پیش کرسکتے تھے۔ اور کہہ سکتے تھے۔ کہ اتنے ہزار اندھوں کو میں نے بینا بنایا۔ اتنے ہزار لُولوں کو میں نے تندرست کیا۔ اتنے ہزار لنگڑوں کو میں نے اچھا کرکے کام کے قابل بنایا۔ مگر اناجیل میں باوجود ایسی عبارتوں کے موجود ہونے کے جن میں یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اندھوں کو بینا کیا۔ لُولوں اور لنگڑوں کو اچھا کیا۔ پھر وہ یہودی پوچھتے اور کہتے ہیں۔ کوئی معجزہ دکھاؤ۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہاں ظاہری اندھوں کو بینا کرنے یا ظاہری مُردوں کو زندہ کرنے یا ظاہری لُولوں اور لنگڑوں کو اچھا کرنے کا ذکر نہیں۔ بلکہ روحانی مُردوں کے احیار اور روحانی بیماروں کے اچھا ہونے کا بیان ہے۔ اور روحانی مُردہ کے زندہ ہونے یا روحانی اندھے کے بینا ہونے کو کون تسلیم کرتا ہے۔ صرف وہی لوگ جن کے اندر ایمان ہوتا ہے۔ سمجھتے ہیں۔ کہ ایک شخص پہلے روحانی لحاظ سے مُردہ تھا۔ مگر پھر زندہ ہو گیا۔ پہلے روحانی لحاظ سے اندھا تھا۔ مگر پھر بینا ہوگیا۔ مگر دشمن تو اس امر کو تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ دشمن تو یہ کہتا ہے۔ کہ پہلے یہ زندہ تھے۔ اب مرگئے ہیں۔ پہلے یہ بینا تھے۔ اب اندھے ہوگئے ہیں۔ پہلے یہ تندرست تھے۔ مگر اب لُولے اور لنگڑے ہوگئے ہیں۔ ہمارے نزدیک جب ایک غیر احمدی احمدی بنتا ہے۔ تو پہلے وہ نابینا ہوتا ہے۔ مگر پھر بینا ہوجاتا ہے۔ مگر غیر احمدیوں کے نزدیک پہلے وہ بینا ہوتا ہے اور احمدی بن کر نابینا ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ

لاکھوں روحانی مُردے زندہ ہوگئے۔

مگر ایک غیر احمدی جب ہماری اس بات کو سُنے گا۔ تو وہ ہنس کر کہہ دے گا۔ مرزا صاحب نے لاکھوں کو کافر مرتد اور دجال بنادیا۔ پس ایسے معجزات سے ایک مومن تو فائدہ اٹھالیتا ہے۔ مگر غیر مومن فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی لئے حضرت مسیح علیہ السلام سے یہود یہ کہا کرتے۔ کہ تم نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ آپ ان کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ تمہیں ہمیشہ یہی نظر آئے گا۔ کہ میں نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ اور تم میری مخالفت میں بڑھتے چلے جاؤگے۔ یہاں تک کہ ایک دن تم مجھے مارنا چاہوگے۔ تب خدا مجھے بچائے گا۔ اور یہی تمہارے لئے میری صداقت کا ایک نشان ہوگا۔ تو ہر نبی پر۔ یا ہر راست باز پر یا ہر راستبازی پر جو بھی اعتراضات ہوں لازماً اسی قسم کے اعتراضات دوسرے نبیوں۔ دوسرے راستبازوں اور دوسری راستبازیوں پر بھی پڑتے ہیں۔ مگر لوگ ہیں۔ کہ اس صداقت کو تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ الٰہی سنت یہ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے دنیا کو اس قسم کا بنایا ہے۔ کہ اس کا ہر دن پہلے دن کے مشابہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے نبی تھے۔ جو آئے۔ پھر حضرت نوح ؑ آئے۔ پھر حضرت ابراہیم ؑ آئے۔ پھر حضرت موسیٰ ؑ آئے۔ پھر حضرت عیسیٰ ؑ آئے۔ اور اسی طرح اور بہت سے انبیاء درمیانی زمانوں میں آتے رہے۔ یہ صرف چند معروف نام ہیں۔ جو میں نے لئے۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم آئے۔ اور دوسرے ملکوں میں حضرت کرشن آئے۔ حضرت رام چندر آئے۔ حضرت زرتشت آئے۔ لیکن ان سب کے حالات یکساں بنتے چلے جاتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ ان کے دشمنوں کے حالات بھی آپس میں بالکل یکساں ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالےٰ یہ فرماتا ہے۔ کہ

انبیاء ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں

وہاں یہ بھی فرماتا ہے۔ کہ کفار بھی ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔ اتواصوا بہ۔ کیا یہ کفار وصیت نامہ لکھتے چلے گئے تھے۔ کہ جب اگلا نبی آئے۔ تو اس پر بھی تم نے ایسا ہی اعتراض کرنا۔ پھر اگر کفار ایک سے چلے جاتے ہیں۔ تو منافق بھی ایک سے چلے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ کہ تم اس طرح نفاق نہ کرو۔ جس طرح موسےٰ کے زمانہ میں بعض لوگوں نے نفاق کیا۔ اور آپ کو ان کے افعال سے اذیت پہنچی۔ مگر کرنے والوں نے اسی طرح نفاق کیا۔ پھر اب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ

آیا۔ تو وہی کچھ جو پہلے انبیاء کے زمانہ میں ہوتا رہا۔ اب ہو رہا ہے۔ اور جس طرح پہلے منافق اعتراض کیا کرتے تھے۔ اسی طرح موجودہ زمانہ کے منافق اعتراض کرتے نظر آتے ہیں۔

میں نے ایک پچھلے خطبہ جمعہ میں منافقوں کی بعض علامات بتائی تھیں۔ اور جماعت کے دوستوں کو سمجھایا تھا۔ کہ منافق کون ہوتا ہے اور اسکی کیا کیا علامتیں ہوتی ہیں۔ اس پر مجھے

ایک منافق کا ایک گمنام خط

آیا۔ یہ شخص پہلے بھی کئی دفعہ ایسے خط لکھ چکا ہے۔ اور ہمارا خیال ہے۔ کہ یہ مصری پارٹی کا کوئی فرد ہے۔ مگر خطوط میں ہمیشہ مصری صاحب کو "کمبخت مصری" لکھا کرتا ہے۔ مگر بات وہی کرتا ہے۔ جو مصری پارٹی کرتی ہے۔ پھر نہ معلوم اس کا "کم بخت" کہنا کیا معنے رکھتا ہے۔ اگر تو وہ انہی میں سے ہے۔ تو یہ اول درجہ کی بے حیائی ہے۔ کہ ان میں سے ہوتے ہوئے "کم بخت مصری" لکھتا ہے۔ اور اگر ان میں سے نہیں۔ تو یہ اول درجہ کا پاگل ہے۔ کہ بات تو وہی کہتا ہے۔ جو مصری پارٹی کہہ رہی ہے۔ مگر پھر انہیں "کم بخت" کہتا ہے۔ تو کئی خطوط اس گمنام خط بھیجنے والے کے میرے نام آئے ہیں۔ میں "کئی خطوط" اس لئے کہتا ہوں۔ کہ یہ خود بھی اپنے اس خط میں تسلیم کرتا ہے۔ کہ پہلے جو خط آپ کو ملے ہیں۔ وہ بھی میرے ہی ہیں۔ دوسرے ان تمام خطوط کا طرز تحریر آپس میں ملتا ہے۔ وہ اس خط میں اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ دیکھو تم نے منافقوں کے متعلق ایک خطبہ پڑھا۔ مگر تم نے یہ نہ سمجھا۔ کہ منافقت کا دائرہ تم نے اتنا وسیع کردیا ہے کہ اب کوئی مومن رہ ہی نہیں سکتا۔ بلکہ ہر شخص پر نفاق کا شُبہ ہوسکتا ہے۔ حالانکہ میرا مضمون کیا تھا۔

میرا مضمون یہ تھا

کہ منافق چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہوتے ہیں۔ جو کسی ڈر یا لالچ کے ماتحت ایک مذہب میں داخل ہوجاتے ہیں۔ ورنہ ایمان ایک دن بھی ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوتا۔ وہ کفر کی حالت میں پیدا ہوتے۔ اور کفر کی حالت میں اسلام میں داخل ہوتے۔ اور کفر کی حالت میں ہی مرجاتے ہیں۔ اب بتایا جائے۔ وہ کونسے مومن اور مخلص ہیں۔ جو اس تعریف کے اندر آجاتے ہیں۔ آیا بعض مومن اور مخلص بھی ذاتی فوائد کے لئے الٰہی سلسلہ میں داخل ہُوا کرتے ہیں۔ اور آیا ان کے دلوں میں ایک دن بھی ایمان کبھی داخل نہیں ہوتا۔ پھر دوسری قسم منافقوں کی میں نے یہ بیان کی تھی۔ کہ بعض لوگ ایمان کی حالت میں ہی ایک مذہب قبول کرتے ہیں۔ مگر بعد میں ان کے دلوں میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔ اور وہ مرتد ہوجاتے ہیں۔ اس تعریف کے ماتحت بھی بھلا کونسا مخلص ہے۔ جو آسکے۔ اور کونسے مخلصوں کو میں نے یہ تعریف کرکے منافق بنادیا ہے۔ کیا مخلص بھی کبھی مرتد ہُوا کرتے ہیں۔ یا وہ جو ایمان سے داخل ہوتے اور بعد میں مرتد ہوجاتے ہیں۔ انہیں منافقین کی بجائے سابقون الاولون اور انصار اور مہاجر کہنا چاہیئے۔ پھر میں نے کہا تھا۔ کہ منافقوں کی ایک قسم وہ ہے۔ جن کے اندر ایمان تو ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی کفر بھی ہوتا ہے۔ اور اس ایمان اور کفر کے ان پر دَورے آتے رہتے ہیں۔ کبھی قربانیاں کرنے لگ جائیں گے۔ اور کبھی ہمت ہار کر بیٹھ جائیں گے۔ اور سلسلہ اور نظام پر اعتراض کرنے لگ جائیں گے۔ اس تعریف کے ماتحت بھی کوئی مخلص نہیں آسکتا۔ کیونکہ مخلص اور مومن کبھی ہمت نہیں ہارا کرتے۔ اور ان پر انکار اور بُزدلی کا دَورہ کبھی نہیں آیا کرتا۔

پھر منافقوں کا چوتھا گروہ میں نے اسے قرار دیا تھا۔ جو مومن کی بات کو بُرا سمجھتا۔ اور منافق کی دوستانہ تعلقات کی وجہ سے تائید کرتا رہتا ہے۔ اب بتاؤ۔ اس دائرہ میں بھی کونسے مخلص آسکتے ہیں۔ یا کونسے ایسے مومن ہیں۔ جو اس تعریف کی زد میں آسکتے ہیں۔ اگر واقعہ میں کوئی مخلص ہے۔ تو وہ مخلصوں کی تائید کریگا۔ منافقوں کی تائید کس طرح کریگا۔ اور اگر وہ منافقوں کی تائید کریگا۔ تو اسے مخلص اور مومن سمجھنا غلطی ہوگا۔

غرض منافقین کی جو علامتیں میں نے بتائی تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی علامت نہیں۔ جس سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مخلصین کے اخلاص اور مؤمنین کے ایمان

کو اشتباہ کی نگاہوں سے دیکھا جا سکے۔ پھر جو کچھ میں نے بیان کیا تھا۔ قرآن کریم سے بیان کیا تھا۔ اگر اسے یہ باتیں بُری معلوم ہوتی ہیں۔ تو وہ قرآن کریم سے یہ آیتیں نکال کر پھینک دے۔ اور کوئی ایسا قرآن چھاپے۔ جس میں یہ آیتیں موجود نہ ہوں۔ جس دن وہ ایسا قرآن چھاپ دے گا۔ ہم سمجھ لیں گے۔ کہ اب ہمیں منافقوں کی یہ تعریف نہیں کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر یہ آیتیں قرآن کریم میں رہیں گی۔ اور ہمیشہ رہیں گی اور قیامت تک کوئی کافر اور منافق ان کو قرآن کریم سے نکال نہیں سکتا۔ تو جب تک یہ آیتیں موجود ہیں۔ ایسے لوگ منافق ہی رہیں گے اور کسی صورت میں منافقت کا داغ ان کے چہروں سے مٹ نہیں سکتا۔ آخر وفیکم سماعون لھم قرآن کریم میں مَیں نے نہیں لکھ دیا۔ منافق قرآن کریم کے تمام نسخوں کو دیکھ لیں۔ ان نسخوں کو بھی دیکھ لیں۔ جو میری اس بیان کردہ تعریف سے پہلے کے چھپے ہوئے ہیں۔ اور پھر دیکھیں کہ آیا ان نسخوں میں یہ آیت ہے یا نہیں۔ اور جب ہے۔ تو وہ خود ہی سوچیں۔ کہ اس میں میرا کیا دخل ہوا۔ انہیں اگر اعتراض کا شوق ہے۔ تو وہ خدا پر کریں۔ کہ اس نے کیوں نعوذ باللہ ایسی جھوٹی بات قرآن کریم میں لکھ دی۔ جو ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اور جسے موجودہ منافق غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس نے آپ ہی آپ ایک بات قرآن کریم میں لکھ دی۔ حالانکہ اسے چاہیئے تھا۔ وہ پہلے ان منافقوں سے مشورہ لیتا اور پوچھتا کہ منافق کون ہوتا ہے۔ پھر جو تعریف یہ بتاتے اسے قرآن میں نازل کرتا۔ لیکن اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور لکھا ہوتا ہے۔ ہم سلسلہ کے خادم ہیں۔ مگر

اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ

اسی سے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک خط میں جس کے متعلق اس نے تسلیم کیا ہے۔ کہ وہ اسی کا لکھا ہوا ہے۔ اس پر یہ تحریر کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا۔ تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں۔ کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے اس اعتراض سے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے۔ اسلئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ آپ نبی اللہ تھے۔ مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

تو جب کوئی شخص ایک سچائی پر اعتراض کرتا ہے۔ اسے لازماً

دوسری سچائیوں پر بھی اعتراض

کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً مصری صاحب کو سب سے پہلے میری خلافت میں نقائص نظر آئے۔ اب اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ پر بھی ان کا حملہ ہو۔ کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں۔ اسی طرح وہ بھی خلیفہ تھے۔ جس طرح میں یہ کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ کسی انسان نے نہیں بنایا۔ اسی طرح آپ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں۔ کہ مجھے خلافت سے معزول کرے۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص میری خلافت پر اعتراض کرے گا۔ وہ ابلیس بن جائیگا۔ اور جب میں مر جاؤں گا۔ تو پھر وہی کھڑا ہوگا۔ جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کرے گا۔

پس جب انہوں نے بھی یہی باتیں کہی ہیں۔ تو معترض اپنے دل میں سوچتا اور کہتا ہے۔ اگر حضرت خلیفہ اول رضؓ کی باتیں صحیح تھیں۔ تو موجودہ خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور اگر موجودہ خلافت قابل اعتراض ہے۔ تو حضرت خلیفہ اول رضؓ کی خلافت بھی باطل ہے اور چونکہ اس کے دل میں بغض ہوتا ہے۔ اس لئے وہی اعتراض جو وہ مجھ پر کرتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ پر بھی کر دیتا ہے۔ اور اس طرح ان کی خلافت کا بھی منکر ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے اوپر جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان پیشگوئیوں کو دیکھتا ہے۔ جو آپ نے میرے متعلق فرمائیں۔ آپ کی ان دعاؤں کو پڑھتا ہے۔ جو آپ نے میرے لئے اور اپنی باقی اولاد کے لئے کیں۔ تو اسے کہنا پڑتا ہے۔ یہ بھی غلط ہی ہیں۔ وہ پیشگوئیاں سُنتا اور کہتا ہے۔ یہ پوری نہیں ہوئیں۔ اور دعاؤں کا ذکر سُنتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعائیں بے شک کی تھیں۔ مگر وہ قبول نہیں ہوئیں۔ ان کمبختوں کی دعائیں تو قبول ہو جائیں۔ لیکن اگر دعائیں قبول نہ ہوں۔ تو خدا کے مسیح اور اس کے نبی کی۔ اپنے متعلق تو ان کا یہ دعوٰے ہے۔ کہ وہ بار بار کہتے ہیں۔ ہم دعا کریں گے۔ اللہ ہمیں غلبہ دیگا۔ اللہ سچوں کی سُنتا ہے۔ مگر کیا مسیح موعود ہی نعوذ باللہ احرار کے قول کے مطابق کذاب اور دجّال تھا۔ کہ خدا نے اسکی دعاؤں کو نہ سُنا۔ وہ سنتا ہے۔ تو انہی منافقوں اور بد باطنوں کی۔

پھر یہ لکھنے والا مجھے لکھتا ہے۔ تم نے

جماعت سے نذرانے

وصول کر کر کے اسے غریب کر دیا۔ تم اس وقت یہاں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہو۔ کیا تم میں سے کوئی ایک شخص بھی قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے کبھی ایک پیسے کا بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ میرا طریق ہمیشہ یہ ہے۔ کہ بعض دوست میرے پاس آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ہم فلاں چیز آپ کے لئے لانا چاہتے ہیں۔ وہ کس سائز کی ہو۔ مثلاً بوٹ کا کیا سائز ہو۔ یا جرابیں کس سائز کی ہوں۔ مگر میں کبھی انہیں جواب نہیں دیتا۔ سوائے اس کے کہ بعض دفعہ کوئی پیچھے پڑ کر پاؤں کا ناپ لے لے تو یہ دوسری بات ہے۔ ورنہ میں نے کبھی کسی کو ایسی باتوں کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ بعض تو کئی کئی خط لکھتے ہیں۔ اور جب میں جواب نہیں دیتا۔ تو وہ شکایت کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ شاید مَیں ان کے خطوں کا اسلئے جواب نہیں دیتا۔ کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہوں۔ حالانکہ میں جواب اسلئے نہیں دیتا۔ کہ یہ بات میری طبیعت کے خلاف ہے۔ اور میں اسے بھی سوال کا ایک رنگ سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر کوئی دوست خود بخود کوئی تحفہ دے جائے۔ تو مَیں اسے رد بھی نہیں کرتا۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنت سے یہ امر ثابت ہے۔ کہ آپ ایسے تحائف قبول فرما لیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا بھی ہے کہ بغیر اسرف نفس۔ بغیر نفس کی خواہش کے اگر کوئی شخص تحفہ دے۔ تو اسے قبول کر لو۔ بارک اللہ لک فیہ۔ اللہ تعالےٰ تجھے اس میں برکت دے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود بھی ایسے تحائف قبول کر لیا کرتے۔ آخر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تجارت نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کی کوئی جائیداد بھی نہیں تھی۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ مَیں کوئی اجر نہیں مانگتا۔ ایسی صورت میں صحابہ میں سے اگر کوئی اپنی مرضی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً کچھ پیش کرتا۔ تو آپ اسے قبول فرما لیتے۔ اور اگر کوئی آپ ہی اپنی مرضی سے خدمت کرتا اور پھر اس کا احسان جتاتا ہے۔ تو اس سے زیادہ گندہ اور کمینہ شخص اور کون ہو سکتا ہے۔ اور کب اسے کہا گیا تھا۔ کہ کچھ دو۔ اسی طرح میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں۔ کہ مجھے کچھ مت دو۔ اور اگر کوئی مجھ سے کچھ لانے کے لئے پوچھتا بھی ہے۔ تو مَیں اسے جواب نہیں دیتا۔ ایسی حالت میں بغیر میری خواہش کے اگر کوئی شخص مجھے نذرانہ دیتا ہے۔ تو وہ اپنی مرضی سے دیتا ہے۔ میں نے کبھی کسی سے نذرانہ نہیں مانگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام میں سیالکوٹ کے ایک زمیندار دوست نے میرے ہاتھ پر چونّی رکھدی۔ مجھے یاد ہے۔ کہ اس وقت شرم کے مارے میرا جسم پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اور مَیں اس مجلس سے بھاگا اور سیدھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچا۔ اور وہ چونّی آپ ؑ کے سامنے پیش کر دی۔ اور شکوہ کیا۔ کہ ایک شخص نے آج میرے ہاتھ پر یہ چونّی رکھ دی ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ مجھے اس کا فعل اچھا نہیں لگا۔ فرمایا۔ تمہیں اس کے جذبے کی قدر کرنی چاہیئے۔ اس نے جو کچھ کیا ہے۔ محبت کے ماتحت کیا ہے۔ تمہاری تنگ کرنے کے خیال سے نہیں کیا۔ حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کچھ دے۔ تو وہ لے لو۔ چنانچہ اب اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کچھ دے۔ تو وہ لے لو۔ چنانچہ اب اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے مجھے کچھ دے دے۔ تو میں لے لیتا ہوں۔ ورنہ مانگنے کے لحاظ سے کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ مَیں نے کبھی کسی سے کچھ مانگا ہو۔ باقی رہے چندے سو اگر میں نے اپنے لئے جماعت سے نذرانے لینے ہوتے۔ تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ میں چندے کم لگاتا۔ تا جماعت کے پاس روپیہ رہے۔ اور وہ نذرانوں میں مجھے دیتی رہے۔ کیونکہ میں خیال کرتا۔ اگر تمام روپیہ سلسلہ کے خزانہ میں چلا گیا۔ تو جماعت غریب ہو جائے گی۔ اور وہ مجھے نذرانے نہیں دے سکے گی۔

پس اس نقطۂ نگاہ کے ماتحت مجھے چندے کم لگانے چاہیئے تھے۔ مگر میرا زیادہ چندے مانگنا ہی بتاتا ہے۔ کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں۔ سلسلہ کی خیر خواہی کے لئے کر رہا ہوں۔

پھر مَیں کہتا ہوں۔ یہ اعتراض صرف مجھ پر ہی نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی اعتراض

پڑتا ہے۔ دشمنوں کی تمام کتابیں اس قسم کے اعتراضات سے بھری پڑی ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بعض منافق بھی اس قسم کے اعتراض کر دیا کرتے تھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لدھیانہ کا ایک شخص تھا۔ جس نے ایک دفعہ مسجد میں مولوی محمدؐ علی صاحب خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب کے سامنے کہا۔ کہ جماعت مقروض ہو کر۔ اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر چندہ میں روپیہ بھیجتی ہے مگر یہاں بیوی صاحبہ کے زیورات۔ اور کپڑے بن جاتے ہیں۔ اور ہوتا ہی کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب اس کا علم ہوا۔ تو آپ نے فرمایا اس پر حرام ہے۔ کہ وہ ایک حبہّ بھی کبھی سلسلہ کے لئے بھیجے۔ اور پھر دیکھے۔ کہ خدا کے سلسلہ کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ آئندہ اس سے کبھی چندہ نہ لیا جائے۔ حالانکہ وہ پرانا احمدی تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوےٰ سے بھی پہلے آپ سے تعلق رکھتا تھا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں تو ایک بے دین اور بے ایمان شخص کے لئے اشتباہ کا موقعہ کسی حد تک پیدا ہو سکتا تھا۔ کیونکہ نذرانہ کا روپیہ اور لنگر خانہ کا روپیہ اکٹھا آتا تھا۔ مگر ہمارے زمانہ میں تو یہ بات بھی نہیں۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں میں لنگر کا افسر تھا۔ اور یہ بات میں بھی جانتا ہوں۔ اور دوسرے سب دوست بھی جانتے ہیں۔ کہ حضرت خلیفہ اول رضؓ کے گھر ہمیشہ لنگر سے کھانا جایا کرتا تھا۔ مگر ہمارے گھر میں تو کبھی

لنگر کا کھانا

نہیں آیا۔ میری خلافت پر ابھی دو چار دن ہی گذرے تھے۔ کہ میں نے اپنے گھر والوں کو نہایت سختی سے روک دیا۔ اور کہا کہ لنگر سے کھانا کبھی نہیں منگوانا۔ لنگر تمہارا ذمہ وار نہیں۔ تم چاہو۔ تو پہرے لگا کر دیکھ سکتے ہو۔ کہ آیا یہ بات درست ہے یا نہیں۔ اور آیا کبھی بھی ہمارے گھر لنگر سے کھانا آیا۔ حالانکہ حضرت خلیفہ اول رضؓ کے گھر ہمیشہ لنگر سے کھانا جایا کرتا تھا۔

صدر انجمن احمدیہ کے جو کارکن ہیں۔ ان میں بھی بعض منافق ہیں۔ وہ اور دوسرے

منافق ہمت کر کے ایک لسٹ کیوں نہیں شائع کرتے

جس سے ہر شخص کو یہ معلوم ہو سکے۔ کہ میں جماعت کا کتنا روپیہ کھا گیا ہوں۔ اگر ان میں ہمت ہے اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کا دعوےٰ درست ہے۔ تو وہ ایسی لسٹ شائع کر دیں۔ پھر لوگوں کو خود بخود معلوم ہو جائیگا۔ کہ کون درست بات کہہ رہا ہے۔ اور کون غلط۔ میری تو یہ حالت ہے کہ میں سوائے اس رقم میں سے جس کے متعلق مجلس شوریٰ نے میری عدم موجودگی میں فیصلہ کیا تھا۔ قرض کے طور پر اخراجات لینے کے لبطور امداد انجمن سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتا۔ بلکہ کئی دفعہ میرے چندے ان رقموں سے بڑھ جاتے ہیں۔ جو جماعت کے دوستوں کی طرف سے لبطور نذرانہ وغیرہ ملتی ہیں۔

اسی طرح اس نے لکھا ہے۔ آپ کو روپیہ دیتے دیتے جماعت غریب ہو گئی۔ چنانچہ وہ اس کی مثال دیتا ہوا لکھتا ہے۔ حکیم نظام الدین صاحب کا لڑکا صلاح الدین رشید تو تعلیم سے محروم رہے۔ مگر تمہارے لڑکے

ولائیت تک تعلیم

حاصل کر آئیں۔ یہ کونسا انصاف ہے۔ حالانکہ ہمارے لڑکے اگر ولایت تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے ہیں۔ تو ان کے خرچ کا بار جماعت پر نہیں پڑا۔ بلکہ ہم نے اپنی زمینیں فروخت کر کے انہیں ولایت تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

پس میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ ہمارے لڑکوں کے پڑھنے سے جماعت کیونکر غریب ہو گئی۔ کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ ہمارے لڑکے پڑھیں اپنے خرچ پر۔ اور غریب جماعت ہو جائے۔ ولایت تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہمارے تین لڑکے گئے ہیں۔ اور تینوں کے لئے

ہم نے اپنی زمینیں فروخت کیں

مرزا عزیز احمدؐ صاحب کا لڑکا تعلیم حاصل کرنے کے لئے گیا تھا۔ جو بے چارہ فوت بھی ہو گیا۔ اس کے لئے انہوں نے اپنے حصہ کی زمین فروخت کی تھی۔ میاں شریف احمدؐ صاحب نے اپنے لڑکے کو بھیجا۔ تو انہوں نے اپنے حصہ کی زمین فروخت کی۔ اور میاں بشیر احمدؐ صاحب نے اپنا لڑکا بھیجا۔ تو انہوں نے اپنے حصہ کی زمین فروخت کی۔ صرف

میں نے اپنے لڑکے کے لئے

کوئی زمین نہیں بیچی۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ اس پر جماعت کا خرچ ہوا۔ اس پر بھی جماعت کا ایک پیسہ خرچ نہیں ہوا۔ بلکہ بات یہ ہوئی کہ جب میرے بھائیوں نے اپنے لڑکوں کو ولایت بھیجنے کے خیال کا اظہار کیا۔ تو ہماری جماعت کے ایک مخلص دوست نے مجھے میرے لڑکے کے متعلق لکھا۔ کہ چونکہ بڑے ہو کر اس نے دین کی خدمت کرنی ہے۔ اسلئے میرا ارادہ ہے۔ کہ اسے اپنے خرچ پر ولایت بھجوا دوں۔ تاکہ اسے تجربہ حاصل ہو جائے۔ چونکہ پہلے لڑکوں کے لئے تو ہم نے زمینیں فروخت کرنی تھیں۔ اگر اس کے لئے بھی کوئی زمین فروخت کی جاتی۔ تو یہ بار مشکل سے سہارا جا سکتا۔ اس لئے میں نے اپنے بچہ کو سمجھا دیا تھا۔ کہ تم دل میں کوئی خیال نہ لانا۔ کہ اوروں کو تو ولایت بھیجا جا رہا ہے۔ مگر مجھے نہیں بھیجا جاتا۔ کیونکہ تمہارے بھائیوں کے جانے کی صورت میں ایک وقت اس قدر روپیہ جمع نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ بالکل اس پر خوش تھا۔ لیکن اس دوست نے لکھا۔ کہ میری نیت یہ ہے۔ کہ میں اپنا روپیہ خرچ کر کے آپ کے بچہ کو تعلیم دلاؤں۔ اور اسے ولایت بھیجوں۔ تب میں نے انہیں لکھا۔ کہ میری غیرت اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ کہ میرے بچہ کے اخراجات آپ برداشت کریں۔ انہوں نے اصرار کیا۔ اور بہت اصرار کیا۔ جس پر آخر میں نے انہیں لکھا۔ کہ اس شرط پر میں آپ کی تجویز مان سکتا ہوں۔ کہ آپ کا جس قدر روپیہ خرچ ہو۔ وہ آپ میرے ذمہ اپنا قرض سمجھیں۔ جب خدا تعالیٰ مجھے توفیق دے گا۔ تو میں اسکو اُتار دوں گا۔ انہوں نے کہا۔ بہت اچھا۔ مجھے یہ بات منظور ہے۔ چنانچہ وہ ان کے خرچ پر ولایت گیا۔ اور انہی کے خرچ پر تعلیم پاتا رہا۔ مجھے اب تک یہ پتہ نہیں۔ کہ اس پر ان کا کیا خرچ ہوا۔ اور کسقدر رقم وہ اسے دیتے رہے۔ پس میرے بچہ کے اخراجات وہی دوست برداشت کر رہے ہیں انجمن کا تو ایک پیسہ بھی ہم پر حرام ہے۔ باقی اخراجات کے متعلق رجسٹرات موجود ہیں۔ وہ زمینیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ جن کو ہم نے فروخت کیا ہے۔ اپنے بچہ کے متعلق اس دوست کا نام میں ابھی ظاہر نہیں کرتا۔ جنہوں نے اس کے تمام اخراجات برداشت کئے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص قسم کھا کر یہ کہدے۔ کہ میں نے جو بات بیان کی ہے۔ وہ غلط ہے۔ اور اس پر صدر انجمن احمدیہ کا روپیہ خرچ ہوا ہے۔ تو میں اس دوست سے کہوں گا کہ اب اگر آپ کا نام ظاہر کر دیا جائے۔ تو اس میں آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ ان بینکوں کے نام جن کی معرفت اسے روپیہ جاتا رہا۔ روپیہ بھیجنے والے دوست کا نام اور اسی طرح کی اور تمام باتیں ہمارے علم میں ہیں۔ اور ہم بوقت ضرورت ان کا اظہار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پس میں نہیں سمجھتا۔ کہ جماعت اس وجہ سے غریب کس طرح ہو گئی۔ اور اگر سلسلہ کے لئے چندہ لینے کی وجہ سے جماعت غریب ہو گئی ہے۔ تو جیسے دوسروں سے میں نے چندہ لیا ہے۔ اسی طرح

خود بھی چندہ دیا ہے

پس وہ غریب ہو گئے۔ اور میں بھی غریب ہو گیا۔ مگر دنیا کی نظر میں ہم غریب ہوئے۔ خدا کی نگاہ میں غریب نہیں ہوئے۔ بلکہ ہم میں سے ہر شخص جو مومن ہے۔ سمجھتا ہے۔ کہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کر کے بڑا مالدار بن گیا ہوں۔ کیونکہ جب ہمیں اس کے رستہ میں اپنے اموال قربان کرنے کی توفیق مل گئی۔ تو یہی بڑی سعادت اور بڑی عزت ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمیں ان باتوں کے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اور محض منافقوں کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے کہنی پڑتی ہیں۔ ورنہ ہم نے جو کچھ دیا ہے۔ اپنے خدا کے لئے دیا ہے۔ کسی بندہ کے لئے تھوڑا دیا ہے۔ میں نے اگر اسکی راہ میں کچھ روپیہ دیا ہے۔ تو وہ میرے رب کی ایک چیز تھی۔ اس نے مطالبہ کیا۔ اور میں نے اس کا ایک حصہ دے دیا۔ میں شرمندہ ہوں۔ کہ میں نے سارا نہیں دیا۔ اور جو حصہ دیا ہے۔ اس کا ذکر بھی میں کبھی نہ کرتا۔ اگر منافق مجھ پر اعتراض نہ کرتے۔ وہ کہتے ہیں۔ اور بار بار اپنے خطوں میں لکھتے ہیں۔ کہ میں جماعت کا روپیہ کھا گیا۔ میں ان سے کہتا ہوں انجمن کے رجسٹر موجود ہیں۔ کیا کوئی شخص ثابت کر سکتا ہے۔ کہ میں نے ایک پیسہ بھی کھایا ہے کہا جاتا ہے۔ کہ تم سینکڑوں روپیہ ماہوار اپنی بیویوں کے لئے اور ہزاروں روپیہ ماہوار اپنے بچوں کے لئے لیتے ہو۔ جماعت یہ روپیہ دیتی دیتی کنگال ہو گئی۔ حالانکہ میں نہ سینکڑوں روپیہ بیویوں کے لئے لیتا ہوں۔ نہ ہزاروں روپیہ بچوں کے لئے۔ اور یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔

بالکل جھوٹ اور افترار

ہے۔ ہمارے چار بچے بے شک ولایت تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ تین کے لئے ہم نے اپنی زمینیں فروخت کیں۔ اور ایک کو ایک دوست نے اپنے خرچ پر بھیجا۔

پھر بعض لوگ ہم پر اعتراض کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ تم نے اپنے نفع کے لئے

قادیان میں زمینوں کی قیمتیں

بہت بڑھا رکھی ہیں۔ حالانکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ہم نے زمین کی قیمتیں گرائی ہوئی ہیں۔ بڑھائی ہوئی نہیں۔ ۱۹۱۴ء میں جب پہلی دفعہ محلہ دارالفضل کے لئے ہم نے اپنی زمین فروخت کی۔ تو وہ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے لئے کی تھی۔ اور تین ہزار روپیہ اس طرح جمع کیا تھا۔ چنانچہ وہ زمین فروخت کر کے ہم نے پہلے پارے کا ترجمہ چھپوایا۔ اور صدر انجمن احمدیہ کو دے دیا۔ اس وقت بعضوں نے کہا بھی کہ آپ ابھی یہ زمین نہ بیچیں۔ کچھ عرصہ کے بعد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زمین کی قیمت بہت بڑھ جائے گی۔ اس وقت فروخت کر دیں۔ لیکن میں نے کہا۔ کہ اول اس وقت قرآن کریم کی اشاعت کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ہر قربانی کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور دوسرے قیمت کے زیادہ ہونے کا انتظار کرتے رہیں گے تو قادیان کی ترقی کس طرح ہو گی۔ چنانچہ اس وقت نہایت سستے داموں پر ہم نے یہ زمین فروخت کر دی۔

پھر لوگ کہتے ہیں۔ زمینوں کے بارہ میں غیروں سے سختی کی جاتی ہے۔ حالانکہ قادیان میں جس قدر آبادی ہے۔ اتنی آبادی اگر کسی اور شہر میں ہو۔ تو وہاں کبھی اس قیمت پر زمینیں نہ ملیں۔ جس قیمت پر ہم یہاں دیتے ہیں۔ اور شہروں میں پھر کر دیکھ لیا جائے۔ جتنی بستی قادیان کی ہے۔ اتنی بستی اگر کوئی اور ہو گی۔ تو وہاں یہاں کی نسبت بہت زیادہ زمین کی قیمت ہو گی۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ وہاں ہندو چلے جاتے ہیں۔ اور منڈیوں اور تجارت کی وجہ سے زمینوں کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ ہم پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ ہندوؤں کو قادیان میں زمینیں نہیں لینے دیتے۔ حالانکہ اگر ہم اس پابندی کو اُڑا دیں۔ اور ہندوؤں کے لئے بھی زمین خریدنے کا راستہ کھول دیں۔ تو دو سال کے اندر اندر موجودہ قیمتوں سے چار پانچ گنا قیمت بڑھ جائے۔ قادیان ایک بڑھتا ہوا شہر ہے۔ اگر ہم اجازت دے دیں۔ تو سینکڑوں ہندو یہاں آ کر آباد ہو جائیں۔ چنانچہ بیسیوں دفعہ سری گوبند پور اور بٹالہ وغیرہ کے سیٹھ اس امر کی کوشش کر چکے ہیں۔ کہ انہیں یہاں زمین مل جائے۔ ہندوؤں کے پاس روپیہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ جہاں جائیں گے۔ زمین کی قیمت بڑھ جائے گی۔ منٹگمری میں بعض چھوٹی چھوٹی جگہیں ہیں۔ جیسے عارف والا۔ مگر ان کی قیمتیں قادیان سے بہت زیادہ ہیں۔ اور اگر ہم سلسلہ کے نظام اور احمدیت کے قیام کی خاطر یہ شرط نہ رکھیں۔ کہ یہاں صرف احمدی ہی زمین خرید سکتے ہیں۔ غیروں کو زمین نہیں دی جا سکتی۔ تو جس ایکڑ کا آج ہمیں ہزار دو ہزار روپیہ ملتا ہے۔ اسی ایکڑ سے ہمیں دس بیس ہزار روپیہ مل جائے۔ یہ ایک ایسی سیدھی سادی بات ہے۔ کہ جسے ذرا بھی تجربہ ہو وہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ صحیح ہے۔ یہاں منڈی کے لئے ہم نے تجویز کی۔ تو پانچ سات ہندو ہم سے کہتے تھے۔ کہ ہمیں یہاں کی زمین کا حقِ ملکیت دے دیا جائے۔ ہم یہاں آنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر ہم نے دیکھا۔ کہ اس میں سلسلہ کا نقصان ہے۔ اس لئے انہیں کہا۔ تم اگر چاہو۔ تو کرایہ دار کی حیثیت سے رہو۔ حقوق مالکانہ ہم تمہیں نہیں دیں گے۔ مگر وہ حقِ ملکیت لینے پر اصرار کرتے تھے۔ اور اس طرح بات رہ گئی۔ حالانکہ اگر ہم سلسلہ کے مفاد اور اس کی ترقی کا خیال نہ رکھیں۔ تو ہمیں بہت زیادہ قیمتیں ہندوؤں اور سکھوں سے مل سکتی ہیں۔ تو ہمارے اس فعل کی وجہ سے ہماری زمینوں کی قیمتیں بہت گری ہوئی ہیں۔ ورنہ اگر دو سال کے لئے ہی ہم اس شرط کو اُڑا دیں۔ اور ہندوؤں اور سکھوں کو زمینیں دینی شروع کر دیں۔ تو قادیان کی زمینوں کی چار پانچ گنا قیمت بڑھ جائے۔ قادیان تو بہت بڑھتی ہوئی جگہ ہے۔ تم وڈالہ گرنتھیاں کو ہی دیکھ لو۔ پہلے وہ بھاں بھاں کرتا ہوا ایک گاؤں تھا۔ مگر اب وہاں کارخانے کھل گئے ہیں۔ اور کئی ہندو اور سکھ وہاں آ کر آباد ہو گئے ہیں اب تو ریل یہاں آ کر ختم ہو گئی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہاں کی تجارت کی مار بیس بیس میل پر پڑتی ہے۔ مشرق اور شمال کی طرف اور کوئی جگہ ایسی نہیں۔ جہاں منڈی بن سکے۔

پس یہاں کی تجارت کا بیس بیس میل پر اثر پڑ سکتا ہے۔ اور کروڑوں کی تجارت یہاں ہو سکتی ہے۔ بٹالہ کے کئی ہندوؤں نے ہم سے خواہش کی۔ کہ ہمیں قادیان میں زمین دی جائے۔ ہم اپنے وہاں کارخانے کھولنا چاہتے ہیں۔ مگر ہم نے سوچا۔ کہ اس میں گو ہمارا ذاتی فائدہ ہے۔ مگر احمدیت کا نقصان ہے۔ اور ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ کہ احمدیت کو نقصان ہو۔ اسلئے انکار کر دیا۔ اگر ہم انہیں آنے کی اجازت دیدیتے تو جس زمین کی قیمت آج سَو روپیہ ہے۔ اسکی ہزار روپیہ ہوتی۔ اور دس دس میل تک جس قدر ہندو ساہوکار تاجر اور کارخانہ دار ہیں۔ وہ یہاں جمع ہو جاتے۔ میرا خیال ہے کہ اگر اسکی اجازت دی جاتی۔ تو چار پانچ سو ہندو تاجر اس وقت تک قادیان میں جمع ہو چکا ہوتا۔ اور ان کی وجہ سے ہماری زمینیں نہایت گراں قیمت پر فروخت ہوتیں۔ پس گو ہمیں اس کا فائدہ رہتا۔ مگر یہ ضرور ہوتا۔ کہ احمدیت کو جو یہاں غلبہ حاصل ہے۔ وہ جاتا رہتا۔ اور کئی احمدی ان مالدار ہندوؤں کے دستِ نگر ہو جاتے۔ پھر احمدی قانون جس رنگ میں ہم اپنی جماعت پر اس وقت جاری کر رہے ہیں۔ وہ دوسری صورت میں نہ کر سکتے۔ اس لئے کہ احمدیوں میں سے بہت سے لوگ ان کے دستِ نگر ہو جاتے۔ گو ذاتی فائدہ یقیناً ہمیں بہت زیادہ ہوتا۔

غرض اپنی زمینوں کو فروخت کر کے ہم نے اپنے بچوں کو تعلیم دلائی ہے۔ اور جب زمینیں ہم نے اپنی فروخت کی ہیں۔ تو یہ سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ کہ

جماعت کیونکر غریب ہو گئی

دنیا میں ہر شخص اپنی جائیدادیں فروخت کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور کئی لوگ ہیں۔ جو جائیدادیں فروخت کر کے اپنے بچوں کو تعلیم دلاتے ہیں۔ پس اگر ہم نے بھی اپنے بچوں کو جائیداد کا ایک حصہ فروخت کر کے تعلیم دلا دی۔ تو اس سے ان کا نقصان کیا ہوا۔ مگر ان کا اعتراض کرنا بتاتا ہے۔ کہ درپردہ انہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد سے بغض

ہے۔ اور وہ اتنا بھی پسند نہیں کر سکتے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی پوتا تعلیم حاصل کرے۔ خواہ اپنے خرچ پر ہی کرے۔ حالانکہ صحابہ رضؓ کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں۔ جب گذارے مقرر ہوئے۔ اور یہ سوال پیدا ہوا۔ کہ گذاروں کی تعیین کس رنگ میں ہونی چاہیئے۔ تو انہوں نے یہی فیصلہ کیا۔ کہ الاقرب فالاقرب۔ یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے جو شخص جتنا زیادہ قریب ہے۔ اتنا ہی اسے زیادہ دیا جائے۔ چنانچہ بارہ ہزار دینار سالانہ حضرت عباسؓ کا مقرر ہوا۔ دس دس ہزار وظیفہ امہات المؤمنین کا مقرر ہوا۔ پھر سات سات ہزار رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دوسرے قریبی رشتہ داروں کا۔ پھر پانچ پانچ ہزار بدری صحابہ رضؓ کا۔ پھر چار چار ہزار دینار فی کس ان صحابہ رضؓ کا مقرر ہوا۔ جو فتح مکہ تک مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر تین تین ہزار وظیفہ ان کا مقرر ہوا۔ جو جنگ یرموک تک مسلمان ہوئے تھے۔ اسی طرح کم ہوتے ہوتے آخری فتوحات میں جو لوگ داخل اسلام ہوئے۔ ان کا سَو سَو اور دو دو سو سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔

حضرت عمر رضؓ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ کہ ایک دفعہ تحائف کے طور پر باہر سے بہت سے کپڑے آئے۔ آپ نے وہ تقسیم کئے۔ مگر فرمایا۔ حسنؓ اور حسینؓ کے لئے ان میں کوئی ایسا اچھا کپڑا نہیں۔ جو انہیں دے کر میرا دل خوش ہو۔ چنانچہ آپ نے گورنر یمن کو خاص طور پر لکھا۔ کہ نہایت خوبصورت چادریں حضرت حسن اور حسینؓ کے لئے بنوا کر بھیجی جائیں۔ چنانچہ گورنر یمن نے جب چادریں بھیجیں۔ تو حضرت عمر رضؓ نے وہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسین رضؓ کو پہنائیں۔ اور فرمایا۔ آج میرا دل ٹھنڈا ہوا ہے۔ مدینہ سے یمن سات سو میل پر ہے۔ اور ان دنوں گھوڑوں کی سواری ہوا کرتی تھی۔ مگر میں نے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتوں کے لئے تم سے سات میل سے بھی کبھی کوئی چیز نہیں منگوائی۔ پھر اس شخص نے اپنی

گندی فطرت کا اظہار

ایک اور رنگ میں بھی کیا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے۔ یہ شخص ہمارے خاندان کی دوسری شاخ کے بعض لوگوں کے پاس جا کر بیٹھتا ہے۔ لکھتا ہے۔ کہ مرزا سلطان احمد صاحب جیسا زانی جس مقبرہ میں داخل ہو جائے۔ اس مقبرہ کو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ بہشتی مقبرہ ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ تم کچھ کہو۔ جسے خدا نے توبہ کی توفیق عطا فرما دی ہو۔ اس کے خواہ کتنے بڑے گناہ ہوں۔ خدا ان سب کو معاف کر دیتا ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں۔ ہم اسلام لانے سے پہلے رات دن زنا کرتے اور شراب نوشی میں مشغول رہتے تھے۔ تو جب تک وہ سلسلہ سے باہر تھے۔ ہم ان کے افعال کے ذمہ وار نہیں تھے۔ مگر جب اللہ تعالےٰ نے انہیں وفات سے کچھ عرصہ قبل سلسلہ میں داخل ہونے اور توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما دی۔ تو ہم کون ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی بخشش کو محدود قرار دیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تو فرماتے ہیں۔ بندہ کی توبہ اللہ تعالےٰ اس وقت تک قبول کرتا ہے۔ مالم یغرغر۔ جب تک اسے غرغرۂ موت شروع نہ ہو۔ اور اگر غرغرۂ موت سے ایک منٹ پہلے بھی وہ توبہ کر لیتا ہے۔ تو جنتی ہو جاتا ہے۔ مرزا سلطان احمد صاحب کو تو غرغرۂ موت سے بہت پہلے اللہ تعالےٰ نے توبہ نصیب کر دی تھی۔ پھر میں کہتا ہوں۔ زنا کیا۔ اگر ساری دنیا کے گناہ بھی کوئی شخص کرے۔ اور پھر

سچے دل سے توبہ

کرے۔ تب بھی اس کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت کی کوئی حد بست نہیں۔ پس ہمیں کسی کے اعمال میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں تو یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ جب کوئی شخص توبہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اسے معاف کر دیتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر وہ لکھتا ہے۔ وہ تو پنجتن میں نہیں۔ میں کہتا ہوں۔ جو پنجتن ہیں۔ تم نے ان کی کونسی عزت کی ہے۔ تم ہی پہلے ایک خط میں لکھ چکے ہو۔ کہ ہم تمہاری قبریں بہشتی مقبرہ سے اکھیڑ کر نعشوں کو باہر پھینک دیں گے۔

پس تم نے پنجتن کا کونسا ادب کیا ہے۔ جو کہتے ہو۔ کہ مرزا سلطان احمدؐ صاحب چونکہ پنجتن میں نہیں۔ اس لئے ان کی نسبت اس قسم کی بات کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس کا

بُغض میری ذات کی نسبت

اس طرح ظاہر ہے۔ کہ چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے کہیں خلافت جوبلی فنڈ کی تحریک کردی۔ اب اس دن سے وہ بیچارے بھی تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ اور ہر خط میں مجھ پر جو اعتراضات ہوتے ہیں۔ ان میں چودھری صاحب بھی شامل ہوتے ہیں۔ اور کئی خطوں میں یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ مرزا سلطان احمدؐ اور چودھری ظفر اللہ خاں جیسے گندے آدمی جس مقبرہ میں دفن ہو سکیں۔ وہ مقبرہ۔ بہشتی مقبرہ کہاں کہلا سکتا ہے۔ اسی طرح اور بھی کئی قسم کے اعتراض چودھری صاحب پر کئے جاتے ہیں۔ خلافت جوبلی فنڈ کی تحریک سے پہلے تو اسے چودھری صاحب میں کوئی عیب نظر نہ آیا۔ مگر ادھر انہوں نے تحریک کی۔ اور ادھر اسے ان میں سو سو کیڑے نظر آنے لگ گئے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب کوئی شخص ایک صداقت پر اعتراض کرتا ہے۔ تو پھر اس کا قدم ٹھہرتا نہیں۔ بلکہ اور دوسری صداقتوں پر بھی اس کے اعتراض کی زد پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔

میں نے بتایا ہے۔ کہ روپے کے بارے میں اگر مجھ پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ تو یہ مجھ پر ہی نہیں۔ بلکہ پہلوں پر بھی پڑتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ہوا۔ بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھی ہوا۔

حدیثوں میں آتا ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مال غنیمت تقسیم کرنے لگے۔ ایک شخص آپ کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا۔ اور آپ کو غنائم کے اموال تقسیم کرتے دیکھتا رہا۔ جب آپ تمام اموال تقسیم فرما چکے۔ تو وہ کہنے لگا۔ یہ ایک ایسی تقسیم ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ کی رضامندی مدنظر نہیں رکھی گئی هذه قسمة ما ارید بها وجه الله یہ تقسیم ایسی ہوئی ہے۔ جس میں خدا تعالےٰ کی خوشنودی کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سُنا۔ تو آپ نے اسے فرمایا۔ افسوس تیری حالت پر۔ اگر میں انصاف کو مدنظر نہیں رکھوں گا۔ تو پھر اور کون انصاف کرے گا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اس شخص کی نسل اور ہم خیالوں میں سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے۔ مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ نمازیں پڑھیں گے۔ مگر ان کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے۔ جس طرح تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر بھی یہ اعتراض ہوا۔ اور تاریخوں میں تو صرف ایک واقعہ کا ذکر آتا ہے۔ قرآن کریم کی شہادت یہ ہے۔ کہ

منافق ہمیشہ اس قسم کے اعتراضات کیا کرتے تھے

چنانچہ فرماتا ہے۔ ومنهم من یلمزك فی الصدقات۔ کہ منافق ہمیشہ صدقات کے بارے میں اعتراضات کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ان کی تقسیم درست نہیں ہوتی۔ تو اگر محض اعتراض کرنے سے بات بن سکتی ہے اور کسی ثبوت کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو میں کہتا ہوں۔ مجھ پر ہی یہ اعتراض نہیں پڑتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھی پڑتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ میں لاہور گیا۔ اس وقت تک ابھی نمازیں علیحدہ نہیں ہوئی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں میں ایک مسجد میں بیٹھا وضو کر رہا تھا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آگئے۔ اور بڑے غصہ سے کہنے لگے۔ تم لوگ دینِ اسلام سے مرتد ہو۔ تم کہتے ہو۔ قرآن کریم میں کوئی آیت منسوخ نہیں۔ اور اس کی ہر آیت قابل عمل ہے۔ یہ کیسا بیہودہ اور خلاف قرآن عقیدہ ہے۔ آپ فرماتے۔ میں چپکے سُنتا جاؤں۔ مگر وہ برابر گالیاں دیتا چلا گیا۔ اور کہنے لگا۔ تم بڑے بے دین کافر اور مرتد ہو۔ پھر کہنے لگا۔ دیکھو سر سید جو نیچری خیالات کا تھا۔ اس کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں۔ فرماتے تھے۔ اس پر میں نے ہنس کر کہا۔ چلو ہم دو ہو گئے۔ پھر کچھ دیر وہ گالیاں دیتا رہا۔ اور آخر میں کہنے لگا۔ ابومسلم خراسانی کو جانتے ہو۔ وہ بھی یہی عقیدہ رکھتا تھا کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ میں نے کہا۔ اچھا مجھے معلوم نہیں تھا۔ کہ اس کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ خیر تو پہلے ہم دو تھے۔ اب ہم تین ہو گئے ہیں۔

میں بھی کہتا ہوں۔ کہ

ہم بھی تین ہو گئے

پہلے مجھ پر اعتراض ہوا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض ہوا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اعتراض ہو گیا۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ اگر شرافت کا ایک شمہ بھی ان میں باقی ہے۔ اور کوئی بھی تخم دیانت ان میں پایا جاتا ہے۔ تو وہ ثبوت پیش کریں۔ وہ ایک ایک سَو روپیہ جو میں نے کھایا ہے۔ ثابت کرتے چلے جائیں۔ اور میں چار چار یا پانچ پانچ سَو کی جائداد ان کو اس جرمانہ میں دیتا چلا جاؤں گا۔

بعض کہتے ہیں۔ تمہارے پاس روپیہ تو ہے۔ مگر وہ تم نے بنکوں میں رکھوایا ہوا ہے احرار نے بھی ایک دفعہ اعتراض کیا تھا۔ کہ

ولایت کے بنکوں میں تین لاکھ روپیہ

ان کا جمع ہے۔ میں نے اس وقت انہیں جواب دیا تھا۔ کہ تم جو اپنے گذارہ کے لئے لوگوں سے چندے جمع کرتے رہتے ہو۔ اب اس اعتراض کے بعد تمہیں وہ چندے جمع کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم ثابت کر دو۔ کہ فلاں بنک میں میرا تین لاکھ روپیہ جمع ہے۔ میں فوراً چک تمہارے نام بھجوا دوں گا۔ تم وہاں سے روپیہ نکلوا لینا۔ باقی ہماری زمینیں ہیں۔ اور میں لوگوں سے قرضہ بھی لیا کرتا ہوں۔

بعض زمینیں میں نے خریدی بھی ہیں

مگر اس طرح کہ بعض مکان گرو رکھ کر یا بعض دوستوں سے قرض لے کر۔ اگر اللہ تعالےٰ میری ان زمینوں میں برکت ڈال دے۔ تو یہ اس کا فضل ہوگا۔ مگر اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ دنیا کا یہ حق ہے۔ کہ وہ مجھ سے حساب مانگے۔ اور یقیناً جماعت کا حق ہے۔ کہ وہ ایک ایک پیسے کا مجھ سے حساب لے۔ وہ مجھ سے پُوچھ سکتی ہے۔ کہ یہ مکان تم نے کہاں سے روپیہ لے کر بنوایا۔ یہ کپڑا تم نے کہاں سے خریدا۔ یہ جائیداد تم نے کس طرح بنائی یقیناً یہ سلسلہ کا حق ہے۔ اور

میں ہر وقت حساب دینے کے لئے تیار ہوں

وہ دوست موجود ہیں۔ جن سے میں نے قرض لئے۔ وہ تحریریں موجود ہیں۔ جو اس ضمن میں لکھی گئیں۔ سندھ میں جو زمین حکومت سے خریدی گئی۔ اس میں بھی پہلا حق میں نے جماعت ہی کو دیا تھا۔ چنانچہ "الفضل" کے فائل اور ہماری چٹھیاں گواہ ہیں۔ کہ جب سندھ میں زمینیں ملنے لگیں۔ تو ہم نے دوستوں کو توجہ دلائی۔ کہ وہ انہیں خرید لیں۔ مگر انہوں نے سمجھا۔ جس طرح سٹور میں ہمارا روپیہ برباد ہوا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی برباد ہو جائے گا۔ اور جب انہوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ تو چونکہ ہم سودا کر چکے تھے۔ اس لئے یہ زمین زیادہ تر انجمن نے لے لی۔ اور باقی مختلف دوستوں کے ذمہ لگائی گئی۔ مگر جب فائدے کی امید نظر نہیں آتی تھی۔ اس وقت تو ہمیں کہا گیا۔ کہ ہمیں دھوکا دیا جاتا اور ہمارے روپیہ کو برباد کیا جاتا ہے۔ اور جب یہ نظر آیا۔ کہ اس زمین میں شاید نفع آنے لگ جائے۔ تو یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ سلسلہ کا روپیہ کھا گئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ ان زمینوں پر سلسلہ کا جسقدر روپیہ خرچ ہوا ہے۔ وہ ہم سے لے لو۔ اس سے دُگنے داموں کی زمین ہم سے لے لو۔ چار گنے کی زمین لے لو۔ پانچ گنے کی زمین لے لو (کیونکہ نقد ہمارے پاس بالکل نہیں ہے) یقیناً جو شخص سلسلہ کا روپیہ کھاتا ہے۔ وہ اس بات کا سزاوار نہیں۔ کہ اس سے وہ روپیہ واپس لیا جائے۔ بلکہ اس بات کا بھی مستحق ہے۔ کہ اس پر بڑا بھاری جرمانہ کیا جائے۔ بے شک میں

صدر انجمن احمدیہ سے گزارے کے لئے روپیہ قرض

لے لیتا ہوں۔ مگر اسی طرح قرض کے طور پر حضرت عمر رضؓ بھی لے لیتے تھے۔ جب حضرت عمر رضؓ فوت ہوئے ہیں۔ تو بیت المال کا چھتّر ہزار روپیہ ان کے ذمہ قرض تھا۔ حالانکہ اس زمانہ میں غنائم کے اموال بھی آیا کرتے تھے۔ اور حضرت علی رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کا حصہ ایک سا ہوتا تھا۔ کیونکہ دونوں بدری صحابہ میں سے تھے۔ حضرت علی رضؓ کو ایک دفعہ قالین کا ایک حصہ ملا۔ جس کی بیس ہزار روپیہ قیمت تھی۔ پس یقیناً بیس ہزار کا حصہ حضرت عمر رضؓ کو بھی ملا ہوگا۔ حضرت عمر رضؓ اور حضرت علی رضؓ ایک طرف بیت المال سے اپنا گذارہ لیتے تھے۔ اور دوسری طرف غنائم کے اموال میں سے بھی باقی مسلمانوں کی طرح حصہ لیتے تھے۔ مگر میں تو گذارہ بھی نہیں لیتا۔ اور جو کچھ لیتا ہوں۔ قرض کے طور پر لیتا ہوں۔ میری کوشش یہی ہوگی۔ کہ میں اپنی زندگی میں اس قرض کو ادا کر دوں۔ ورنہ میری جائیداد اس قرض کو ادا کرے گی۔ شروع شروع میں تو میں نے صدر انجمن کے خزانہ سے کچھ بھی نہیں لیا۔ نہ قرض کے طور پر اور نہ گذارہ کے طور پر۔ اور اس طرح آٹھ دس سال گزر گئے۔ مگر اس کے بعد جب بچے زیادہ ہو گئے۔ اور کام بھی وسیع ہو گیا۔ تو میں نے صدر انجمن احمدیہ سے قرضہ لینا شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں صدر انجمن احمدیہ کو بعض بڑی بڑی رقمیں میں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ادا بھی کی ہیں۔ چنانچہ ۱۹۲۹ء میں ایک غیر احمدی نے مجھ سے ایک دعا کرائی۔ جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اس پر اس نے مجھے

بیس ہزار روپیہ نذرانہ کے طور پر

بھیجا۔ جس میں سے گیارہ ہزار میں نے اپنے قرض کے سلسلہ میں صدر انجمن احمدیہ کو دے دیا۔ اور باقی اور قرضوں کی ادائیگی اور دیگر ضروریات پر خرچ کیا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ وہ اموال جو غیر احمدیوں سے مجھے نذرانہ کے طور پر ملے ہیں۔ وہ احمدیوں کے نذرانہ سے بہت زیادہ ہیں۔ اس غیر احمدی کا ایک کام تھا۔ اور اس نے مجھے لکھا۔ کہ اگر مجھے اس میں کامیابی ہو گئی۔ تو جو کچھ مجھے نفع ملے گا۔ اس کا دس فی صدی آپ کو دوں گا۔ چنانچہ اسے ۲ لاکھ کا نفع ہؤا۔ جس میں سے بیس ہزار اس نے مجھے بھیج دیا۔ میں نے گیارہ ہزار صدر انجمن احمدیہ کو قرضہ میں دے دیا۔ باقی کچھ رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔ کچھ دیگر قرضوں میں ادا کیا۔ اور کچھ اور اخراجات میں لگا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جس حد تک میں بوجھ اٹھا سکتا ہوں۔ اٹھاتا ہوں۔ اور اب بھی قرض کے طور پر صدر انجمن احمدیہ سے جو کچھ لیتا ہوں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے یقین رکھتا ہوں۔ کہ وہ اگر چاہے گا۔ تو وہ میری زندگی میں ہی ادا ہو جائے گا۔ ورنہ میں ہمیشہ حساب رکھتا ہوں۔ اور کوشش کرتا ہوں۔ کہ

میرا قرض جائیداد سے نہ بڑھے

تا اگر جائیداد سے قرض ادا کرنا پڑے۔ تو تمام قرض ادا ہو جائے۔ اور کسی کو کوئی دقت پیش نہ آئے۔

سو جس قدر اعتراض دشمن نے مجھ پر کئے ہیں۔ سب پہلے موجود ہیں۔ اور مجھے خوشی ہے۔ کہ مجھ پر وہی اعتراض دشمن کی طرف سے ہوتے ہیں۔ جو پہلوں پر ہو چکے ہیں۔ بلکہ کل اللہ تعالیٰ نے میرے لئے

ایک بہت بڑی خوشی کا سامان

کیا۔ اور مجھ پر اس امر کا انکشاف کیا۔ کہ آج کل دشمن جو مجھ پر حملہ کر رہا ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک واضح پیشگوئی موجود ہے۔ خواب میں کپڑوں کو آگ لگنے کے معنے بالعموم اعتراض ہونے اور دشمن کے حملہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے۔ کہ اس کے کپڑوں کو آگ لگ گئی ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہوگی۔ کہ اس کے خلاف سخت فساد ہوگا۔ اور دشمن اس پر کئی قسم کے اعتراض کرے گا۔ کل اتفاقاً میں

بعض شہادتوں کے متعلق پرانے کاغذات دیکھ رہا تھا۔ کہ کاغذات کی پڑتال کرتے ہوئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کی ایک کاپی

آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مجھے مل گئی۔ اس میں ۱۸۹۴ء کے الہامات درج ہیں۔ گویا آج سے ۴۴ سال پہلے کی یہ کاپی مکمل ہوئی ہے۔ جبکہ میری عمر چھ سال کی تھی۔

(جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ یہ الہامات چھپے ہوئے نہیں۔ اور چونکہ یہ تمام کاپی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اس لئے یہ سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ بعد میں بنائی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خط کو پہچاننے والے سینکڑوں دوست اب بھی موجود ہیں۔ اور وہ گواہی دے سکتے ہیں کہ یہ تمام کاپی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے) اس میں ۱۷ اگست ۱۸۹۴ء سے لیکر ۲۱ دسمبر ۱۸۹۴ء تک کے الہامات درج ہیں۔ اس کاپی میں ۵ دسمبر ۱۸۹۴ء کی تاریخ کے نیچے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں

"میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ اول گویا محمود کے کپڑوں کو آگ لگ گئی ہے۔ اور میں نے بُجھا دی ہے۔"

یہ پیشگوئی بتاتی تھی۔ کہ ایک زمانہ میں میرے اوپر دشمن کی طرف سے اعتراضات ہونے والے تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں نے اس آگ کو جو محمود کے کپڑوں کو لگی ہے۔ بجھا دیا ہے۔ یعنی میری پیشگوئیوں اور میری دعاؤں کی وجہ سے خدا تعالیٰ دشمن کو ناکام کرے گا۔ اور اسے اپنے منصوبوں میں ناکام و نامراد رکھے گا۔ دشمن بے شک آگ لگائے گا۔ مگر انجام کار وہ آگ بجھا دی جائے گی۔ اگر خالی "بجھ گئی" کے الفاظ ہوتے۔ تب بھی دشمن کہہ سکتا تھا۔ کہ انہوں نے اپنی تدبیروں اور عقلوں سے کامیابی حاصل کر لی۔ مگر یہاں "بجھ گئی" کے الفاظ نہیں۔ بلکہ یہ ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بجھا دی ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ یہ آگ کسی تدبیر یا کسی عقل کی وجہ سے نہیں بجھی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور آپ کی پیشگوئیوں نے اس آگ کو بجھایا ہے۔

پس یقیناً جو شخص آگ لگانے والا ہے۔ وہ سلسلہ کا دشمن ہے۔ اگر یہ آگ سلسلہ کے مفاد اور اس کی ترقی کے لئے ہوتی۔ تو کس طرح ممکن تھا۔ کہ خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آگ کو بجھا دیتے۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اپنے سلسلہ کی خیر خواہی مد نظر نہیں تھی۔ مگر آپ کا اس آگ کا بُجھانا بتاتا ہے کہ آگ لگانے والے سلسلہ کے دشمن ہیں۔

پس اگر جو لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ وہ حق پر ہوتے۔ اور جنہوں نے میرے خلاف فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ وہ صداقت پر ہوتے۔ تو بجائے یہ الفاظ ہونے کے کہ "میں نے بجھا دی ہے" حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرماتے۔ کہ میں نے اُٹھ کر محمود کے کپڑوں کو آگ لگا دی ہے۔ مگر آپ یہ نہیں فرماتے۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ آگ لگانے والے اور ہیں۔ اور بجھانے والا میں ہوں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے فعل کو مٹانے والے ہیں۔ اور جس فعل کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مٹانے والے ہوں۔ وہ یقیناً سلسلہ کے خلاف ہوگا۔ مگر جو مضمون میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ کہ جو شخص صداقت پر اعتراض کرتا ہے۔ اسے لازماً دوسری صداقتوں پر بھی اعتراض کرنا پڑتا ہے۔ اور جو ایک راستباز پر اعتراض کرتا ہے۔ اُسے

لازماً دوسرے راستبازوں پر بھی اعتراض

کرنا پڑتا ہے۔ وہ بھی اس رؤیا میں نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ میں نے بتایا تھا۔ کہ جب ان اعتراض کرنے والوں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ اور وہ جماعت کو خلافت سے الگ نہ کر سکے۔ تو انہوں نے کہا۔ اوہو! بات ہماری سمجھ میں اب آئی۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ لوگوں کو اس بات پر یقین ہے کہ یہ خلیفہ ہیں۔ اور چونکہ یہ خیال ان کے دلوں میں بیٹھ چکا ہے۔ اس لئے وہ اس کے خلاف کوئی بات نہیں سُن سکتے۔ پس آؤ ہم خلافت کا ہی انکار کر دیں۔ چنانچہ پھر وہ خلافت کو اڑانے لگ گئے۔ جس کے معنے یہ تھے۔ کہ اب

ان کا حملہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ پر

بھی جا پڑا۔ کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں اسی طرح آپ بھی خلیفہ تھے۔ اگر میں خلیفہ نہیں تو وہ بھی خلیفہ نہیں تھے۔ وہ بھی یہی کہا کرتے تھے۔ کہ میں خدا تعالیٰ کا قائم کردہ خلیفہ ہوں۔ اور میرا دشمن ابلیس ہے۔ اور میرے بعد بھی خدا تعالیٰ خلفاء کھڑے کرے گا۔ جنہیں وہ آپ کھڑا کرے گا۔ تم نے نہ مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ اور نہ ان کو بناؤ گے۔ ہم سب کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ پس وہ سمجھتے ہیں۔ کہ چونکہ یہ خلیفہ کہلاتا ہے۔ اس لئے لوگ اسکی باتیں سُنتے ہیں۔ اور ہماری طرف توجہ نہیں کرتے۔ چنانچہ پھر وہ کہتے ہیں۔ آؤ ہم خلافت کا ہی انکار کر دیں۔ اور لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دیں۔ کہ خلافت اسلام کا کوئی مسئلہ نہیں سب کو مل کر اسلام کی خدمت کرنی چاہیئے۔ تب وہ دوسرا حملہ کرتے اور ایک بار پھر آگ لگانا چاہتے ہیں۔ مگر وہ حملہ حضرت خلیفہ اول رضؓ پر جا پڑتا ہے۔ کیونکہ آپ یہی فرمایا کرتے تھے۔ کہ خلافت کوئی کیسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ کہ جس کا جی چاہے۔ جا کر پی لے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔ جو بعض مخصوص لوگوں کو ملا کرتا ہے۔ پس مجھ پر حملہ کرنے کے بعد ان کا دوسرا حملہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہوتا ہے۔ اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس رؤیا میں اس کا بھی ذکر

ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ "پھر ایک اور شخص کے آگ لگی ہے۔ اور اس کو بھی میں نے بجھا دیا ہے"۔ یہاں حضرت خلیفہ اول رضؓ کا آپ نے نام نہیں لیا۔ چاہے جان کر نام نہیں لیا۔ اور چاہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا نہیں۔ بہرحال اس خواب سے یہ امر واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ آگ میرے وقت میں لگے گی اور اسکی ابتدا مجھ سے ہوگی۔ اور جب یہ آگ بجھ جائے گی۔ اور مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گی۔ تو وہ کہیں گے۔ اوہو۔ ہم جماعت کو اس سے بگاڑ نہیں سکے۔ کہ وہ خلافت کی وجہ سے متحد ہے۔ اگر ہم خلافت کا انکار کرا دیں۔ تو اس کا منتشر ہونا بالکل آسان بات ہے۔ پس وہ خلافت مٹانے کے درپے ہو جائیں۔ اور اس طرح سے حضرت خلیفہ اول رضؓ کی خلافت پر بھی حملہ کرتے ہیں۔ اور اس طرح میرے کپڑوں کو آگ لگنے کے بعد آپ کے کپڑوں کو بھی آگ لگ جاتی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں نے اس آگ کو بھی بُجھا دیا۔ یعنی آپ کی خلافت سے بھی وہ لوگوں کو منحرف نہیں کر سکیں گے۔ تب وہ ایک اور قدم آگے بڑھیں گے۔ اور کہیں گے۔ اصل میں محض خلیفہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان کے ساتھ نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ ان کے دلوں میں یہ غلط خیال بیٹھ چکا ہے کہ یہ مصلح موعود ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان کے متعلق کئی پیشگوئیاں ہیں۔ پس آؤ ہم ان تمام پیشگوئیوں کا ہی انکار کر دیں۔ اور کہدیں۔ کہ ان کا مصداق ابھی پیدا ہی نہیں ہؤا۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں۔ کہ بعض پیشگوئیاں ایسی ہیں۔ جن کے متعلق میں نہ ہاں کرتا ہوں۔ نہ نہ کرتا ہوں مگر جو پیشگوئیاں مجھ پر چسپاں ہوتی ہیں۔ ان کا انکار کرنا بھی دیانت اور انصاف کے قطعاً خلاف ہے۔ مگر وہ سرے سے تمام پیشگوئیوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ کوئی پیشگوئی ہے ہی نہیں۔ اس طرح

ان کے حملہ کی زد حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر

بھی جا پڑتی ہے۔ اور انہیں کہنا پڑتا ہے۔ کہ آپ نے جس قدر میرے متعلق پیشگوئیاں کیں۔ وہ نعوذ باللہ جھوٹی نکلیں۔ اس طرح جو دعائیں کیں وہ پوری نہ ہوئیں۔ اور آپ نے غلط لکھا دیا۔ کہ میری دعائیں اللہ تعالیٰ نے سن لی ہیں۔ پس وہ مجھ پر حملہ کرتے۔ مگر اس کے ساتھ ہی حضرت خلیفہ اول رضؓ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی حملہ کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح میری ہتک کرتے کرتے ان کی بھی ہتک کر دیتے ہیں۔ جن کو یہ اپنے پیشوا مانا کرتے ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسے پیغامیوں نے جب مجھ پر اعتراض کرنے شروع کئے۔ تو رفتہ رفتہ ان کے اعتراضات حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی ہونے لگے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک پیغامی نے کہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو جو ظلی نبی کہا ہے۔ اس کے معنے کوئی اصلی نبی کے تھوڑے ہی ہیں۔ ظل کا کیا ہوتا ہے۔ ظل پر تو (نعوذ باللہ) جُوتے مارنے بھی جائز ہوتے ہیں۔ پھر یہاں تک کہہ دیا۔ کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام ولادت بن باپ کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ مشرک اور بے وقوف ہے۔ جب میری خلافت کے شروع ایام تھے۔ تو ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایسے ہی الفاظ استعمال کئے۔ میں نے اسے کہا۔ تم اب دہریہ ہوئے بغیر نہیں رہو گے۔ چنانچہ ابھی ایک مہینہ نہیں گذرا تھا۔ کہ اس کے دل میں احمدیت کے متعلق شکوک پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ اور اس پر ابھی ایک مہینہ اور نہیں گذرا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق اس کے دل میں شکوک پیدا ہو گئے۔ تو لازماً جو شخص ایک سچائی پر اعتراض کرتا ہے۔ اسے دوسری سچائیوں پر بھی اعتراض کرنا پڑتا ہے۔ اور جو شخص ایک صداقت کو چھوڑتا ہے۔ اسے دوسری صداقتوں کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے۔

چنانچہ یہی خبر اس رؤیا میں بھی دی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ ان کا پہلا حملہ مجھ پر ہوگا۔ دوسرا حملہ حضرت خلیفہ اول رضؓ پر ہوگا۔ اور جب وہ ان دونوں حملوں میں ناکام ہوں گے۔ تو تیسرا حملہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کر دیں گے۔ اور آپ کی پیشگوئیوں اور الہامات کے بھی منکر ہو جائیں گے۔ چنانچہ

آخری حصہ رؤیا کا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ تحریر فرماتے ہیں:۔ "پھر میرے کپڑوں کو آگ لگا دی ہے اور میں نے اپنے اوپر پانی ڈال لیا ہے۔ اور آگ بُجھ گئی ہے"۔ اس میں اسی سلسلہ اعتراض کی خبر دی گئی ہے۔ جس کو میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ کہ پہلے وہ مجھ پر اعتراض کریں گے۔ اور جب اس میں خدا تعالےٰ ان کو ناکام کرے گا۔ تو وہ کہیں گے۔ اوہو۔ ہم نے ہاتھ ذرا نیچے ڈالا ہے۔ آؤ ذرا اوپر ہاتھ ڈالیں۔ چنانچہ پھر وہ حضرت خلیفہ اول رضؓ کی خلافت پر اعتراض کرنے شروع کر دیں گے۔ اور جب وہاں سے بھی کام نہیں بنے گا۔ تو کہیں گے۔ یہ سلسلہ ہی ایسا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس قدر دعائیں کی تھیں۔ سب جھوٹی نکلیں۔ اور جس قدر پیشگوئیاں آپ نے کی تھیں۔ وہ باطل ثابت ہوئیں۔ پس ان کا آخری حملہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہوگا۔ جیسا کہ اس شخص نے لکھ دیا۔ کہ مسیح موعود ولی اللہ تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ گو آگیں سب بجھ گئی ہیں۔ مگر کچھ سیاہ داغ سا بازو پر نمودار ہے۔ اور خیر ہے"۔

بازو پر داغ

رہنے کے معنی یہی تھے۔ کہ یہ حملہ جماعت کے منافقین کی طرف سے ہوگا۔ غیروں کی طرف سے نہیں ہوگا۔ پھر فرماتے ہیں۔ اور خیر ہے۔ وَ افوض امری الی اللہ۔ گویا افوض امری الی اللہ کے الفاظ میں یہ بھی بتا دیا۔ کہ جس وقت یہ اعتراض ہوں گے۔ اس وقت میں دنیا میں نہیں ہوں گا۔ مگر چونکہ میرا خدا زندہ خدا ہے۔ اس لئے میں اپنا معاملہ اسی کے سپرد کرتا ہوں (اس خطبہ کے بعد اسی منافق کا ایک اور خط ملا۔ اور اس میں اس نے سخت واویلا کیا ہے۔ کہ مجھ پر بدظنی کی گئی ہے۔ اور مجھے منافق قرار دیا گیا ہے۔ اور پھر لکھا ہے۔ کہ اس خواب کی تعبیر یہ بھی تو ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چونکہ تمہاری آگ بجھائی۔ اور یہ فعل خدا کو پسند نہ آیا۔ اس لئے ان کے کپڑوں کو آگ لگ گئی۔ کیونکہ انہوں نے تمہاری رعایت کی۔ اور اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اس تعبیر سے اس شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو عقیدت ہے۔ اسکی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اب مجھے اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ یہ مصری پارٹی کا شخص ہے اور اندرونی طور پر پیغامی ہو چکا ہے)

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کاپی ہے۔ جو کل پہلی دفعہ مجھے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اب تک میں سمجھتا تھا۔ کہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کا حافظ

ہوں۔ اور آپ کا کوئی بھی ایسا الہام یا ایسا رویاء نہیں۔ جو میری نظر سے نہ گذرا ہو۔ مگر کل اتفاقاً بعض کاغذات کی تلاش کرتے ہوئے مجھے پہلی دفعہ یہ کاپی ملی۔ اور یہ مجھ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نئی پیشگوئی کا انکشاف ہؤا۔

پھر ایک اور لطیفہ ہے۔ جو ابھی خدا تعالیٰ نے میرے ذہن میں ڈالا ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ کاپی اُسی

سبز کاغذ کی بنی ہوئی

ہے۔ جس سبز کاغذ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "سبز اشتہار" شائع فرمایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس زمانہ کے بعض بچے ہوئے کاغذ آپ کے پاس موجود تھے۔ اور انہی سبز کاغذوں کی آپ نے یہ کاپی بنا کر اس پر اپنے الہامات اور رویاء وکشوف درج کر دئے۔

پس دشمن جو چاہے اعتراض کرے۔ ہمیں اس کا اعتراض کرنا بُرا نہیں لگتا۔ ہمیں افسوس آتا ہے۔ تو اس بات پر کہ وہ ظاہر کچھ کرتے ہیں۔ اور ان کا باطن کچھ اور ہے۔ وہ ظاہر یہ کرتے ہیں۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہیں۔ مگر کام وہ کرتے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں کو آگ لگانے والا ہے۔ مگر وہ یاد رکھیں۔ نہ پہلے کوئی دشمن اپنے منصوبوں میں کامیاب ہؤا۔ اور نہ وہ کامیاب ہوں گے۔ آگیں بُجھائی جائینگی اور صرف داغ رہ جائیں گے۔ مگر وہ داغ انہی منافقین کا وجود ہوگا۔ (الفضل)

رعایائے کشمیر کی حقوق کیلئے جدّوجہد

آج کشمیر پھر اسی قسم کی انقلاب انگیز تحریک کا مرکز بنا ہؤا ہے۔ جو آج سے کچھ عرصہ قبل کشمیر میں رونما ہوئی تھی۔ حکام جنہیں فطری طور پر اپنے "وقار" کا سب سے زیادہ خیال لگا رہتا ہے۔ رعایائے کشمیر کی اس بیداری پر سخت افروختہ ہو رہے ہیں۔ اور جوشش اضطراب میں ایسے افعال کا صدور ان سے ہو رہا ہے۔ جو تدبّر اور دور اندیشی کی مقتضیات کا حامل نہیں۔ انہوں نے کشمیر کے تمام سربرآوردہ لیڈروں کو جن میں ہر مذہب اور ہر قوم کے بلند پایہ افراد شامل ہیں۔ گرفتار کر لیا ہے۔ اور اس طرح خود اپنے اقدام سے ایجی ٹیشن کی آگ کو ہوا دی ہے۔ ارباب ریاست کشمیر کا یہ اقدام ہرگز دور اندیشانہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ضرورت ہے۔ کہ وہ تدبّر اور دور اندیشی کا ثبوت دیں۔ اور بجائے اس کے کہ اپنے "وقار" کی بحالی کی خواہش میں اندھا دھند گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر دیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ وہ ریاستی رعایا کے ذمہ وار لیڈروں سے باہمی سمجھوتہ کر کے اس معاملہ کو جو ابھی شروع ہی ہؤا ہے۔ نپٹانے کی کوشش کریں۔ ورنہ اگر اس کا اثر وسیع اور دور رس ہو گیا۔ تو اس کے نتائج ریاست کے لئے کبھی خوشگوار نہیں نکل سکتے"۔

جنگ چین و جاپان میں زہریلی گیس کا استعمال

جاپان نے بعض محاذات جنگ پر زہریلی گیس کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ اگر یہ اطلاع درست ہے۔ اور جاپان کی اس پریشانی کے پیش نظر جو اس کو چین کے مقابلے میں پیش آ رہی ہے۔ کوئی تعجب نہیں۔ کہ درست ہو۔ تو یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جاپان شریفانہ لڑائی میں چین سے تنگ آ کر اوچھے ہتھیاروں پر اتر آیا ہے۔ اور جس طرح اٹلی نے حبشہ کے جانبازوں کے مقابلے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں کھلی لڑائی سے تنگ آکر آخر کو یورپ کا یہ مہذبانہ ہتھیار استعمال کیا۔ اور حبشیوں کو زہریلی گیس کے ذریعے موت کی نیند سُلا دیا۔ اسی طرح یورپ کے اس ہونہار شاگرد نے چین کے مقابلے میں اپنے استادوں کا یہی حربہ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ یورپ کی کسی سلطنت میں یا لیگ آف نیشنز میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں۔ کہ وہ جاپان کو اس خلاف انسانیت حربہ کے استعمال کرنے سے روکے۔

ہری جنوں کا "ستیہ گرہ" اور گاندھی جی

سی۔ پی کے بعض "ہری جن" افراد نے گاندھی جی کے جائے مقام شوگاؤں میں "ستیہ گرہ" کر رکھا ہے۔ ان کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ سی۔ پی کی وزارت میں ایک ہری جن وزیر مقرر کیا جائے۔ ہری جنوں کے لیڈر نے اعلان کیا ہے۔ کہ جب تک سی پی کی وزارت میں ایک ہری جن وزیر مقرر نہیں کیا جاتا۔ یہ "ستیہ گرہ" برابر جاری رہے گا۔ ہریجنوں کے اس اعلان کے جواب میں گاندھی جی نے اعلان کیا ہے۔ کہ "آپ کی یہ ایجی ٹیشن مجھ پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔ ہمیں یہ نہیں چاہیئے۔ کہ ہڑتال کر کے کسی کو کسی بات پر مجبور کریں۔ لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ اس طریق کو ترک کر کے ایجی ٹیشن کا کوئی اور طریقہ اختیار کریں"۔

ہری جنوں نے اس کے پورا کرانے کے لئے عین بعین وہی طریق اختیار کیا ہے۔ جو گاندھی جی اور ان کے حواری انگریزی حکومت کے خلاف ہمیشہ سے اختیار کرتے آئے ہیں۔ اور جبکہ ان کے چیلوں نے وہی مطالبہ خود گاندھی جی کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔ تو اب آپ انہیں یہ تلقین کرتے ہیں۔ کہ "مطالبات کے منوانے کا یہ طریق درست نہیں"۔ گاندھی جی کے اس اعلان سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ مقاومت مجہول جسے وہ "ستیہ گرہ" کا نام دیتے ہیں۔ مطالبات کے تسلیم کرانے کا کوئی معقول اور جائز طریق نہیں۔

ذبیح گاؤ پر مسلمانوں کی گرفتاری

پٹنہ سے تیس اگست کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ مونگھیر سب ڈویژن کے ایک گاؤں میں بیس مسلمانوں کو اس "جرم" میں گرفتار کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے ذبیح گاؤ کے حق پر اصرار کیا تھا۔ اگر اس خبر کی تفصیل تمام و کمال یہی ہے۔ جو اوپر درج ہوئی ہے تو ہمیں پٹنہ کی کانگرسی حکومت پر نہایت ہی تعجب ہے۔ ذبیح گاؤ مسلمانوں کا جائز حق ہے جس سے فائدہ اٹھانے یا نہ اٹھانے کے وہ کامل طور پر مختار ہیں۔ اس لئے اس حق کی ادائیگی پر اصرار کرنے میں ان کو تعزیرات کے ماتحت مجرم قرار دینا کسی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کانگرسی طبقوں کے اس قسم کے افعال ہیں۔ جن کی بنا پر ان لوگوں کے دلوں میں بھی جو کانگرس کے اغراض و مقاصد سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ شبہ پیدا ہونے لگتا ہے اور وہ یہ خیال کرنے لگتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں کانگرسی راج کا فروغ ہندو راج کا فروغ تو نہیں۔ جیسا کہ بعض مہاسبھائی کانگرسیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کانگرس کو چاہیئے۔ کہ اگر وہ ملک کی آبادی کے جملہ طبقوں کا اعتماد حاصل کرنے کی خواہشمند ہے۔ تو وہ اپنے معاونین اور مؤیدین کو اس قسم کے افعال سے روکے۔ جن کا نتیجہ سوائے مسلمانوں کے دلوں میں کانگرس کی طرف سے بددلی پیدا کرنے اور ان کے شبہات کو ترقی دینے کے لئے اور کوئی فائدہ پیدا نہیں کر سکتا۔ پٹنہ کی کانگرسی حکومت کا ذبح گاؤ کے "جرم" پر مسلمانوں کو گرفتار کرنا اس قسم کے شبہات کو ترقی دینے کا موجب ہے۔ جن شبہات کو اپنے دل میں لئے ہوئے اکثر مسلمان کانگرس میں شامل ہونے سے ہچکچاتے ہیں۔

ضلع لدھیانہ میں سکھاشاہی

ہمعصر دور جدید لاہور اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ضلع لدھیانہ کے ایک گاؤں بوگلی کلاں تحصیل سمرالہ میں گذشتہ جمعہ کو شہر لدھیانہ کے بعض معزز افراد کی ایک شکاری پارٹی اتفاق سے اس گاؤں میں جا پہنچی۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ یہ لوگ ایک مسلمان کے گھر آئے۔ اور وہاں پانی پیا۔ قریب ہی ایک مسجد تھی۔ چونکہ نماز کا وقت قریب تھا۔ انہوں نے اذان دی۔ اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گذری تھی۔ کہ وہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ گاؤں کے ہندو اور سکھوں کا ایک گروہ جو لاٹھیوں اور کلہاڑیوں سے مسلح تھا۔ مسجد میں آ داخل ہوا۔ اور اس نے نمازیوں پر حملہ کر دیا۔ چونکہ تمام مسلمان نماز میں مشغول تھے اور غیر مسلح تھے۔ اس لئے وہ اپنی مدافعت کی کوئی تدبیر نہ کر سکے۔ اور بھاگ کر ایک بند کمرے میں پناہ گزیں ہو گئے۔ ہجوم کی کثرت اور اس کے متشددانہ رویہ کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ یہ تمام مسلمان جو تعداد میں اکیس تھے۔ عصر سے لے کر رات کے ایک بجے تک ایک بند کمرے میں محصور رہے۔ جہاں سے پولیس نے آ کر ان کو نجات دی۔ دریافت حالات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ضلع لدھیانہ کے اس گاؤں میں نوسو گھر ہندوؤں اور سکھوں کے ہیں۔ اور صرف چند گھر مسلمانوں کے ہیں۔ اور ہندو و سکھ اپنی کثرتِ تعداد اور طاقت کے گھمنڈ پر یہاں کے مسلمانوں کو مسجد میں نماز ادا نہیں کرنے دیتے۔ اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنے کے لئے اس سے پہلے بھی یہاں کے ہندوؤں اور سکھوں نے وہاں کے مسلمانوں کو روکا تھا۔ اور ان پر حملہ کر کے انہیں زخمی کیا تھا۔ بلکہ مسجد کو ضعف پہنچایا تھا۔ لیکن بعد میں حکام کی دخل اندازی سے معاملہ رفع دفع ہو گیا تھا۔

ہندوستان کے برطانوی آئین کے مطابق ملک معظم کی رعایا کے ہر فرد کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کی بجاآوری کا حق حاصل ہے۔ اور ایسے حق میں دست اندازی صریح طور پر خلافِ قانون ہے۔ نماز مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے۔ اسکی ادائیگی میں جو طبقہ رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ وہ صریح طور پر قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ جو طبقہ اس قسم کی خلاف ورزی کرے۔ اسے قانون کے منشار کے مطابق فوراً گرفتار کرے اور سزا دے۔

قابل توجہ موصیاں حصہ جائیداد

اکثر موصیوں کی وفات کے بعد دیکھا گیا ہے۔ کہ ان کے ورثار حصہ جائداد ادا کرنے میں لیت و لعل کرتے ہیں۔ بعض تو بلا ادا حصہ جائیداد وصیت جائیداد تقسیم کر لیتے ہیں۔ ان حالات کو مدنظر رکھ کر یہی صورت مناسب ہے۔ کہ حصہ جائیداد وصیت موصی اپنی زندگی میں ادا کر دے۔ تاکہ بعد میں مشکلات نہ ہوں۔ جو شخص اپنے ہاتھ سے خدا کی راہ میں دیتا ہے۔ وہ زیادہ ثواب کا حق دار ہے۔

(سکرٹری بہشتی مقبرہ)

وصیتیں

ع ۵۱۱۱۔ منکہ محمد ایوب ولد محمد ثناء اللہ قوم قریشی پیشہ بندوق سازی گورنمنٹ ملازم عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۱ء ساکن صدر بازار چھاؤنی فیروزپور حال ملازم آرسنل کوئٹہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ $\frac{5}{38}$ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد تخمیناً پچیس روپیہ ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ محمد ایوب بقلم خود ملازم ورکشاپ آرسنل کوئٹہ۔ گواہ شد:۔ غلام محمد قریشی شالدرہ کانسی روڈ کوئٹہ۔ گواہ شد:۔ نواب دین کلرک آرسنل کوئٹہ۔

ع ۵۱۱۲۔ منکہ حمیدۃ النسار خانم زوجہ عبدالمجید صاحب بی۔ اے مولوی فاضل قوم پٹھان عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن دہلی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ $\frac{5}{38}$ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میں اپنی کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ جو میری وفات کے وقت موجود ہو۔ اس کے آٹھویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری غیر منقولہ جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اور نہ ہی ماہوار آمد ہے اس وقت میری جائیداد حسب ذیل ہے:۔

(۱) مہر مبلغ تین ہزار پچیس روپے جو میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔

(۲) میرے پاس حسب ذیل زیورات ہیں۔ نکلس طلائی ۱ عدد۔ بند طلائی دو عدد۔ پونچی ۲ عدد طلائی۔ گلوبند طلائی ایک عدد۔ چوڑیاں طلائی ۴ عدد۔ جھمکے طلائی دو عدد۔ جوشن طلائی دو عدد۔ بندے طلائی دو عدد انگوٹھی طلائی دس عدد۔ کلپ طلائی تین عدد۔ نتھ طلائی ایک عدد۔ توڑا نقرئی دو عدد۔ چوڑیاں نقرئی چودہ عدد۔ ان زیورات کی قیمت مبلغ سات سو روپے ہے۔ میں اگر کوئی رقم اپنی وصیت کی داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے اسکی رسید حاصل کر لوں۔ تو وصیت کے حصہ سے اس قدر رقم منہا سمجھی جائے گی۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ثابت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو۔ تو اس کے بھی آٹھویں حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہو گی۔

العبد :۔ حمید النساء خانم بقلم خود۔ گواہ شد :۔ محمد شریف چغتائی دفتر ڈائرکٹر جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف نئی دہلی۔ گواہ شد عبد المجید احمدی ۵ لیک سکوئر نئی دہلی خاوند موصیہ۔

۵۱۸۴ منکہ محمد اسحاق ولد مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قوم ورک پیشہ تجارت عمر ۳۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۳۸ ۲۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری جائیداد کوئی نہیں ہے میری ماہوار آمد اس وقت تقریباً -/۱۶/- روپے ہے میں اپنی آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔

العبد :۔ محمد اسحٰق سیالکوٹی مالک سیالکوٹ ہوس قادیان۔ گواہ شد :۔ محمد اسمٰعیل والد موصی۔ گواہ شد :۔ مرزا عبد الرؤف دار الفضل میڈیکل ہال قادیان۔

۵۱۸۵ منکہ محمد اسمٰعیل ولد محمد ابراہیم صاحب مرحوم قوم شیخ پیشہ وکالت عمر ۴۳ سال پیدائشی احمدی ساکن یادگیر ضلع گلبرگہ شریف صوبہ حیدر آباد دکن بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۳۸ ۱۳ مطابق ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

اس وقت میری کوئی جائیداد غیر منقولہ و منقولہ نہیں ہے۔ سوائے وکالت کی کتابوں کے جن کی قیمت مبلغ چار سو روپیہ سکہ عثمانیہ ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی میں وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اس وقت میری آمدنی مبلغ ۵۰ روپے سکہ عثمانیہ ماہوار ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی وصیت کرتا ہوں اور جوں جوں آمدنی و جائیداد میں اضافہ ہو گا اسی قدر بشرح مذکور وصیت میں رقم ادا کروں گا۔ اگر میں کوئی رقم وغیرہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں اپنی زندگی میں بعد ہذا جمع کراؤں۔ تو وہ میری رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔

العبد :۔ محمد اسماعیل مولوی فاضل وکیل یادگیر جی۔ آئی۔ پی۔ گواہ شد :۔ محمد معین الدین سالار جنگ بلڈنگ حیدر آباد۔ گواہ شد :۔ محمد لقمان عثمان گنج حیدر آباد دکن۔

چیدہ خبریں

برما میں برہمی بودھوں اور ہندوستانی آبادکار کے فساد کی تفاصیل موصول ہوئی ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ہندوستانیوں کو برما سے خارج کرنے کے لئے باقاعدہ سازش کی گئی۔ اور مذہب کے نام پر فساد کھڑا کر کے ہندوستانیوں کا قتل عام برپا کیا۔ ایک طرف برہمی اور ہندوستانی لیڈروں نے اختلافات مٹ جانے باہمی تعلقات کے سلجھ جانے کا اعلان کیا۔ اور دوسری طرف ہندوستانیوں پر حملہ کر کے جوان۔ بوڑھے۔ بچے۔ عورت مرد سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اور مکانوں اور دوکانوں کو لوٹ کر آگ لگا دی۔ رنگون شہر اور دیہات میں ہندوستانی بکرے کی طرح ذبح کر دیئے گئے۔ مسجدوں اور خانقاہوں کو منہدم کر دیا گیا۔ مولوی مسجدوں میں تہ تیغ کر دیئے گئے قرآن مجید اور دیگر مقدس کتابوں کی بے حرمتی کی گئی۔ حکومت نے اس وقت ۱۴۴ دفعہ نافذ کی اور فسادیوں پر گولی چلائی۔ جب پانی سر سے گذر چکا تھا۔ اور لاکھوں روپے کا نقصان ہو چکا تھا سینکڑوں مرد و زن موت کے گھاٹ اتارے جا چکے تھے۔ برتی پولیس اور افسروں نے وطنی لوگوں کی جانبداری اور ان کے قتل عام کے فعل سے چشم پوشی برتی۔ جس سے لوٹ مار اور اموات کے واقعات میں بے حد اضافہ ہوا۔ ساٹھ ہزار سے زیادہ ہندوستانی بیرونجات سے رنگون آ کر پناہ گزیں ہیں۔ جن کے پاس نہ کھانے کو روٹی نہ پہننے کو کپڑا ہے۔ اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ رنگون کی متعدد مجالس کے ارکان خود اپنی جان بچانے کی فکر میں ہیں۔ ایک چشم دید نامہ نگار بیان کرتا ہے۔ کہ اس نے تڑپتی ہوئی لاشیں۔ خون سے نہائے ہوئے انسان۔ جلتے ہوئے گھر۔ بکھرے ہوئے سامان۔ لٹے ہوئے مکانات اور دوکانیں۔ مجروحوں کی آہ و زاری۔ یتیموں کی فریاد اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اور کانوں سے سنی۔ اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ ڈیڑھ ہزار ہندوستانی قتل ہو چکے ہیں۔ اور چھ ہزار ہندوستانی بالکل تباہ ہو گئے۔ امدادی کمیٹیاں تین سو ہندوستانی واپس ہندوستان بھیج چکی ہیں۔ چھ سو اور پہنچنے والے ہیں۔ کئی جہازران کمپنیاں ان مصیبت زدوں کو مفت ہندوستان پہنچا رہی ہیں۔

ترکی نے انگلستان سے حال ہی میں جو قرض لیا ہے۔ اس میں سے ایک بڑی رقم وہاں ہی صرف کی جائے گی۔ اور ترکی بیڑہ کو مضبوط کرنے کے لئے ۶ ہلکے تیز رفتار جنگی جہاز۔ ۸ آبدوز کشتیاں۔ ۶ بمبار ہوائی جہاز اور ایک دو چھوٹی امدادی کشتیاں تیار کرائی جائیں گی۔ اس کام کی تکمیل کے لئے ایک ترکی وفد زیر سرکردگی کیپٹن سعید علی لندن روانہ ہو گیا ہے۔

جاپان نے جنگ کو جاری رکھنے کے لئے اہل ملک سے چالیس کروڑین (جاپانی سکہ) قرضہ لینے کا اعلان کیا ہے۔ یہ قرضہ ۳½ فی صدی سود پر ۱۷ سال کے لئے لیا جائے گا۔

ہانکو سے چینی ذرائع سے جو خبریں موصول ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شمالی چین میں بے قاعدہ جنگ سے ایک ماہ میں چینیوں نے جاپانی افواج کے ۱۳۳۰۰ فوجی قتل اور ۶۰۰ لہ زخمی اور ۶۰۰۰ ہزار گرفتار کئے ہیں اور لاتعداد اسلحہ اور بارود چینیوں کے ہاتھ آیا ہے۔ اور ریلوے لائن کے ایک درجن پل اور طویل لائن اڑا دی ہے۔ ہانکو کی طرف جاتے ہوئے ۶ جاپانی ہوائی جہازوں میں سے دو جہاز گرا لئے۔ پھر بھی ہانکو اور کانٹن پر ۳۶ بمبار اور ۲۶ جنگی ہوائی جہازوں نے لبسین چانک پر شدید بمباری کی۔

جرمنی سے نکالے ہوئے یہودیوں کو حیدر آباد دکن اور میسور میں آباد کرنے کی تجویز ایک انگریز نے لندن کے اخبار میں پیش کر کے مہاتما گاندھی اور دوسرے لیڈروں سے استدعا کی ہے۔ کہ ان لوگوں میں اچھے اچھے ڈاکٹر اور ماہر طب ہیں ان کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ گویا فلسطین میں تباہی مچانے کے بعد اب ہندوستان میں یہودیت کے فروغ کی سوجھی ہے۔ اس قوم کے فروغ کی کوشش کرنا۔ جو قیامت تک خدا کے قہر و غضب میں مبتلا اور محکوم رہنے کے لئے مخصوص ہو چکی ہے۔ خدا سے جنگ کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور خدا سے جنگ کرنے والوں کا جو حشر ہوتا ہے۔ وہ کس سے پوشیدہ ہے۔

حیدر آباد سندھ میں عورتوں کو "اوم منڈلی" میں جانے سے روکنے کے لئے ان کے شوہروں نے جو پکٹنگ کیا تھا۔ اس کا نتیجہ خطرناک نکلا۔ عورتیں "اوم منڈلی" میں جہاں ایک سادھو ہپناٹزم کے ذریعے عورتوں کو اپنے شوہروں اور اقرباء کے خلاف اپنے بس میں کر لیتا ہے۔ جانے پر بضد تھیں۔ اس پکٹنگ سے ایک مشہور سیٹھ کی بیوی نے اپنے جسم پر تیزاب ڈال کر خودکشی کر لی۔

چارسدہ کے ایک قریبی گاؤں میں ایک شخص نے اپنے دشمن کو قتل کرانے کے لئے ایک نوجوان کو اپنی لڑکی دینے کا اقرار کیا۔ جب اس نے قتل کر کے رشتہ مانگا۔ تو انکار کر دیا۔ اس پر نوجوان نے لڑکی کو اغوا کر لیا۔ اب گرفتار ہو کر قتل اور اغوا کے مقدمات میں ماخوذ ہے۔

پٹیالہ میں ۲۰ اگست کو تین ملزمان صبح کے وقت پھانسی دیئے جا رہے تھے۔ جب دو تختہ دار پر لٹکائے جا چکے۔ اور تیسرے کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا جانے لگا۔ تو ایک تیز رفتار موٹر پہنچی۔ اور ایک ریاستی افسر اسکی رہائی کا پروانہ لایا۔ اور اسے تختہ دار سے اتار لیا گیا۔ اب تک سینما میں ایسے سین دیکھنے میں آیا کرتے تھے پٹیالہ میں اسے حقیقی طور پر دکھایا گیا ہے۔

دھموٹ۔ ریاست پٹیالہ میں ایک بکرا پاؤ بھر دودھ دیتا ہے۔ سینکڑوں تماشائی دیکھنے آتے ہیں۔ سرکس والے اسے خریدنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اس کا مالک رضامند نہیں۔

ہری پور ہزارہ کے موضع درویش میں جولاہوں کے گھر برات آئی۔ لڑکی والوں نے تقاضا کیا۔ کہ براتی اس گاؤں کے کھلاڑیوں سے کبڈی کھیلیں۔ تب ڈولی لے جائیں۔ براتیوں میں چونکہ کھلاڑی کوئی نہ تھا۔ اس لئے برات واپس چلی گئی۔ اب کھلاڑی تلاش کر کے دوبارہ برات آئے گی۔ اور کبڈی کھیل کر دلہن لے جائیگی۔

سرگودھا کے موضع موچی وال میں ایک براتی کو گولی سے ہلاک کر دیا گیا۔ مقتول کے چچا نے زمینداروں سے بہت سا قرضہ وصول کرنا تھا۔ حملہ آوروں کا مقصد اسے قتل کرنا تھا۔ لیکن گولی بھتیجے کو لگی۔ جس سے وہ اسی وقت مر گیا۔ اور حملہ آور فرار ہو گئے۔ مقتول کی چارپائی کے گرد تین آدمیوں اور دو گھوڑوں کے پاؤں کے نشانات تھے۔ ابھی تک حملہ آوروں کا پتہ نہیں چلا۔

پٹیالہ کے ایک موضع جعفر پور کے ایک زمیندار کے کنوئیں پر ایک خطرناک سانپ کہیں سے آ گیا۔ اتفاق سے ایک بیل کا پاؤں اس پر آ گیا۔ جس سے اس نے غصہ کھا کر کنوئیں پر لوگوں کی آمد و رفت بند کر دی۔ اور تین روز تک کسی کو کنوئیں کے نزدیک نہ آنے دیا۔ آخر گاؤں والوں نے بمشکل تمام اسے دھوکہ سے ایک جھاڑی میں الجھا کر ہلاک کر دیا۔ سانپ ۵½ گز لمبا اور ۵-۴ من وزنی تھا۔